عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد ۲۴ | ۱۹ تا ۲۶/ جمادی الاول ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰/ جون ۲۰۰۵ء | شمارہ: ۲۴

قیمت ۷ روپے

تحفظِ ختمِ نبوت اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری

امتحان کی زندگی

سیرتِ نبویؐ کا ابتدائی دور

حیا ایمان کا شعبہ

بے پردگی، عورت کے استحصال کا ذریعہ

غیرتِ الٰہی اور کائنات کا بگاڑ

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

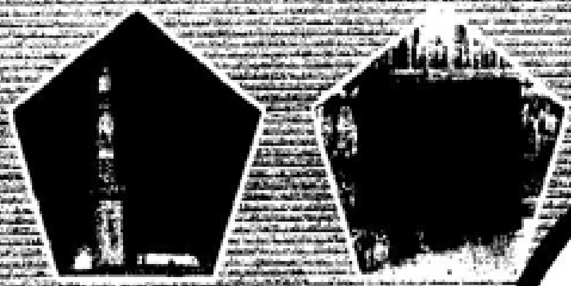

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ

آپ کے مسائل

۷۲ ناری فرقوں کے نیک اعمال کا انجام:

س:...... متعدد علماء سے سنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: قیامت تک مسلمانوں کے تہتر فرقے ہوں گے‘ جن میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا‘ جبکہ باقی فرقے دوزخ میں داخل ہوں گے‘ تو اس حدیث کے متعلق مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اب جبکہ نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے تقریباً ہر ملک میں مسلمانوں کے کئی کئی فرقے بن گئے ہیں اور نہ جانے اور کتنے فرقے ابھی بنیں گے‘ تو کیا ان سب فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ جنت میں داخل ہوگا؟ نیز اس ایک فرقے کے علاوہ دیگر فرقے جو نیک کام کرتے ہیں‘ کیا ان فرقوں سے تعلق رکھنے والوں کو ان کے نیک کاموں کا اجر ملے گا؟ اگر ایک کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخ میں جائیں گے تو وہ دوزخ سے کبھی نکل بھی سکیں گے یا نہیں؟

ج:...... آپ نے جو حدیث نقل کی ہے وہ صحیح ہے اور متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے‘ اس حدیث کا مطلب سمجھنے کے لئے چند امور کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے:

اوّل:...... جس طرح آدمی غلط اعمال (زنا‘ چوری وغیرہ) کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بنتا ہے‘ اسی طرح غلط عقائد ونظریات کی وجہ سے دوزخ کا مستحق بھی بنتا ہے۔

اس حدیث میں ایک فرقہ ناجیہ کا ذکر ہے‘ جو صحیح عقائد ونظریات کی وجہ سے جنت کا مستحق ہے اور ۷۲ دوزخی فرقوں کا ذکر ہے‘ جو غلط عقائد ونظریات رکھنے کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہوں گے۔

دوم:...... کفر وشرک کی سزا تو دائمی جہنم ہے‘ کافر ومشرک کی بخشش نہیں ہوگی‘ اور کفر وشرک سے کم درجے کے جتنے گناہ ہیں‘ خواہ ان کا تعلق عقیدہ ونظریہ سے ہو یا اعمال سے‘ ان کی سزا دائمی جہنم نہیں‘ بلکہ کسی نہ کسی وقت ان کی بخشش ہوجائے گی‘ خواہ اللہ تعالیٰ محض اپنی رحمت سے‘ یا کسی کی شفاعت سے بغیر سزا کے انہیں معاف فرمادیں‘ یا کچھ سزا بھگتنے کے بعد ان کی معافی ہوجائے۔

سوم:...... غلط نظریات وعقائد کو بدعات واہواء کہا جاتا ہے‘ اور ان کی دو قسمیں ہیں‘ بعض تو حد کفر کو پہنچتی ہیں۔ جو لوگ ایسی بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں وہ تو کفار کے زمرہ میں شامل ہیں‘ اور بخشش سے محروم‘ اور بعض بدعات حد کفر کو نہیں پہنچتیں‘ جو لوگ اس دوسری قسم کی بدعات میں مبتلا ہوں وہ گناہ گار مسلمان ہیں‘ اور ان کا حکم وہی ہے جو گناہ گاروں کے بارے میں ذکر کیا گیا کہ ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے‘ خواہ اپنی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے بغیر سزا کے انہیں معاف فرمادیں‘ یا سزا کے بعد ان کی بخشش ہوجائے۔

ان تینوں مقدمات کو سامنے رکھتے ہوئے ان ۷۲ فرقوں میں سے ہر ایک کے ناری ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ جو فرقے بدعات کفریہ میں مبتلا ہوں‘ ان کے لئے دائمی جہنم ہے‘ اور ان کا کوئی نیک عمل مقبول نہیں‘ اور جو فرقے ایسی بدعات میں مبتلا ہوں گے‘ جو کفر تو نہیں مگر فسق اور گناہ ہیں‘ ان کے نیک اعمال پر ان کو اجر بھی ملے گا‘ اور فرقہ ناجیہ کے جو افراد عملی گناہوں میں مبتلا ہوں گے‘ ان کے ساتھ ان کے اعمال کے مطابق معاملہ ہوگا‘ خواہ شروع ہی سے رحمت کا معاملہ ہو‘ یا بدعملیوں کی سزا کے بعد رہائی ہوجائے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

جلد:۲۴ شمارہ:۲۴ ۱۹تا۲۶/جمادی الاوّل ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۴تا۳۰/جون ۲۰۰۵ء

مدیر اعلیٰ: مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ: مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر: مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا بشیر احمد
صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا سعید احمد جلالپوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

مولانا مفتی محمد راشد مدنی
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیر: حشمت حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائیٹل و تزئین: محمد ارشد خرم
محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

فرقہ واریت میں قادیانی عناصر کا ہاتھ ہے	(اداریہ)	4
سیرت نبوی کا ابتدائی دور	(مولانا اسعد مدنی مدظلہ)	6
اصلاح ظاہر و باطن	(مولانا شاہ ابرار الحق)	10
غیرت الٰہی اور کائنات کا بگاڑ	(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)	15
حیاء ایمان کا شعبہ	(مولانا محمد طارق ہاشمی)	17
امتحان کی زندگی	(بدیع الزماں)	19
بے پردگی: عورت کے استحصال کا ذریعہ	(ملیحہ نشاط)	22
تحفظ ختم نبوت اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ	(مولانا محمد نذر عثمانی)	23

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲۔۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرقہ واریت میں قادیانی عناصر کا ہاتھ ہے

ملک میں ایک مرتبہ پھر فرقہ واریت کا عفریت نمودار ہوا اور کئی انسانی جانوں کو ہڑپ کر گیا۔ پہلے اسلام آباد میں بری امام میں بم دھماکے' پھر کراچی میں ایک امام بارگاہ میں بم دھماکے کے نتیجہ میں انسانوں کی ہلاکت اور اس امام بارگاہ سے متصل ریسٹورنٹ کو بم دھماکے کے فوری بعد شرپسندوں کی جانب سے آگ لگائے جانے کے نتیجے میں کئی افراد کے زندہ جل جانے کے واقعات کی وجہ سے پاکستان میں قتل و غارت گری کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا ہے۔ پاکستان میں کئی سالوں سے دہشت گردی کی آڑ میں مختلف مکاتب فکر کے مذہبی اجتماعات پر حملوں' ان کی مذہبی قیادت کے قتل عام اور ان کی عبادت گاہوں کو نشانہ بنائے جانے کے واقعات عام ہیں' جس کی وجہ سے اسلام دشمن قوتوں کو یہ کہنے کا موقع مل رہا ہے کہ مسلمان کہلانے والے طبقات ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں اور باہم دست و گریبان ہو کر ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں۔

حکومت نے اس موقع پر حسب سابق سوائے زبانی جمع خرچ کے اور کچھ نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دہشت گردوں کے حوصلے مزید بلند ہوں گے اور وہ اپنا مکروہ کھیل کھیلنے کے لئے آزاد ہوں گے۔ دہشت گردی کے خاتمہ کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود حکومت کا محض زبانی جمع خرچ پر اکتفا کرنا اس بات کی علامت ہے کہ دہشت گردی کے خاتمہ کی مخلصانہ کوششیں سرے سے کی ہی نہیں گئیں بلکہ امریکا اور دیگر یورپی ممالک کو خوش کر کے اپنے مفادات کے حصول کے لئے چند بے سروپا اقدامات کئے جاتے ہیں جن کی وقعت سے وہ خود بھی بخوبی واقف ہیں۔

یہ بات بھی تعجب خیز ہے جس کی طرف معاصر اخبارات نے اپنے اداریہ میں اظہار خیال کیا ہے کہ کراچی کی امام بارگاہ میں دھماکے کے بعد تمام متاثرین افراتفری میں اپنی جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگے ہوں گے یا پھر اپنے زخمیوں کی تیمارداری اور انہیں ہسپتال پہنچانے میں لگ گئے ہوں گے' لیکن دھماکے کے فوری بعد بعض افراد نے امام بارگاہ سے متصل ایک بہت بڑے دو منزلہ ریسٹورنٹ کو پٹرول چھڑک کر اسے آگ لگا دی جس کے نتیجہ میں کئی افراد زندہ جل گئے۔ سوال یہ ہے کہ افراتفری کی ایسی کیفیت میں آگ لگانے والے ان شرپسندوں کے پاس فوری طور پر اتنا پٹرول کہاں سے آیا؟ اور کیا وہ شرپسند اس کے لئے تیار بیٹھے تھے کہ جیسے ہی امام بارگاہ میں دھماکا ہوگا' ہم ریسٹورنٹ پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا دیں گے؟ کہیں یہ شرپسند افراد دھماکا کروانے والوں کے شریک کار تو نہیں؟

ان واقعات کے پیچھے کن لوگوں کا ہاتھ ہے؟ کون لوگ یہ قتل عام کروا رہے ہیں؟ ان خونیں واقعات کا سدباب کیوں نہیں ہوتا؟ علمائے کرام' عبادت گاہوں اور عام انسانوں کی جانوں کے اتلاف کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ مختلف مکاتب فکر کے خلاف توہین آمیز مواد پر مشتمل لٹریچر کون شائع کروا کر تقسیم کروا رہا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جوابات ہنوز تشنہ طلب ہیں۔ ہمارے ملک کی تحقیقاتی ایجنسیاں اگر ہر مرتبہ کی طرح اب بھی ان واقعات کے سدباب میں ناکام ثابت ہوئی ہیں تو اس کی ضرور کوئی وجہ ہے' فوج' پولیس اور دیگر قانون نافذ کرنے والے ادارے اگر امن و امان کی بحالی سے قاصر رہے ہیں تو اس کی لازماً کوئی وجہ ہوگی۔

اس وجہ پر روشنی ڈالنے سے قبل ہم قارئین کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ انہی صفحات پر کئی سال قبل کراچی میں ہونے والے خونیں فسادات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا گیا تھا کہ کراچی میں فسادات کے دوران ایک فسادی کا شناختی کارڈ گر گیا تھا' جس سے اس کی شناخت ہوگئی کہ وہ فسادی درحقیقت قادیانی تھا۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہمارا موقف یہی چلا آرہا ہے کہ مختلف مکاتب فکر اور طبقات کو لڑوانے کی سازش خواہ کتنے بڑے پیمانے پر ہی کیوں نہ کی جارہی ہو اور اس کی ڈوریاں خواہ کسی ملک سے ہلائی جاتی ہوں' خطرج کی اس بساط پر پیادے کا کردار ادا کرنے والے بہرحال قادیانی ہیں۔

عالمی قوتیں اپنے شیطانی منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اپنے ان قادیانی گماشتوں کو مختلف ممالک میں بھیج کر ان کے ذریعہ فسادات کی آگ بھڑکا کر ان ممالک کا امن وسکون غارت کررہی ہیں' ان ممالک کو معاشی طور پر کمزور کرکے اپنا محتاج اور دست نگر بنا رہی ہیں۔ عالمی قوتوں کے یہ قادیانی گماشتے ان ترقی پذیر ممالک کی حکومتوں کے کل پرزے ہیں' ان ممالک کی فوج کے اعلیٰ افسران ہیں' ان کی بیوروکریسی کے کرتا دھرتا ہیں' ان کی تحقیقاتی ایجنسیوں کے کارپرداز ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب یہ صورتحال ہوگی تو ان ممالک میں فسادات کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ چل نکلے گا جو ان ممالک کو ان عالمی قوتوں کا غلام بے دام بنا کر ہی دم لے گا۔

پاکستان کی مثال سامنے ہے۔ کون نہیں جانتا کہ پاکستان ایک ایٹمی قوت ہے لیکن قادیانیوں کی سازشوں نے ایٹمی قوت کو ہی ملک کی کمزوری بنادیا' حتیٰ کہ پاکستان کی حیثیت اب دنیا کے نقشے پر ایک کمزور ترین ملک کی سی ہوچکی ہے۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں معلومات پاکستان دشمن ممالک کو فراہم کرنے والے بھی قادیانی ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر عبدالسلام کے مکروہ کردار کو کسی صورت فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح فوج' بیوروکریسی اور تحقیقاتی ایجنسیوں میں شامل قادیانی افسران ملک کو کسی کروٹ چین سے نہیں بیٹھے دیکھنا چاہتے۔ کبھی وہ فرقہ وارانہ فسادات کروادیتے ہیں' کبھی مذہبی قوتوں کو فوج اور حکومت سے لڑوا دیتے ہیں' کبھی پاکستان کو معاشی مشکلات سے دوچار کرنے کا حربہ استعمال کرتے ہیں اور کبھی اسلامی دفعات اور عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق قوانین کے متعلق شوشے چھوڑنے لگتے ہیں۔ اس ملک میں ظفر اللہ قادیانی سے لے کر آج تک جتنے قادیانی افسران اور وزراء ہوئے ہیں' انہوں نے ملک کو فائدہ پہنچانے کے بجائے سراسر نقصان پہنچایا ہے اور قادیانی قیادت کو خوش کرنے کا سامان کیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا' ملک میں دہشت گردی اور فرقہ وارانہ فسادات کی مکمل ذمہ داری اس وقت قادیانیوں پر عائد ہوتی ہے۔ اگر اہم سرکاری عہدوں بالخصوص فوج' بیوروکریسی اور انٹیلی جنس اداروں سے قادیانی افسران کو نکال دیا جائے تو یقینی طور پر ملک میں جاری دہشت گردی اور فرقہ وارانہ فسادات پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ قادیانی افسران سے اپنا دامن بچائے' انہیں ملک کے مستقبل سے کھیلنے نہ دے۔ یہی نہیں بلکہ ملک میں امن وامان کی صورتحال کو یقینی بنانے کے لئے تمام حساس اداروں کو قادیانیوں سے پاک کیا جائے اور محب وطن مسلمان افسران کا ان کی جگہ تقرر کیا جائے۔

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر' چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ : خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

سیرت نبوی کا ابتدائی دور

مولانا اسعد مدنی مدظلہ

اسوۂ حسنہ:

میرے محترم بزرگو! میں نے ابھی آپ کے سامنے قرآن کریم کی آیت پڑھی ہے' اس میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے فرمایا ہے کہ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ..... الخ" یعنی اے ایمان والو! تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس زندگی میں' سیرت و احوال میں بہترین نمونہ ہے: "لمن کان یرجو اللہ" یعنی ان لوگوں کے لئے جو اللہ سے رجاء اور امید رکھتے ہوں اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہوں' "وذکر اللہ کثیراً" اور اللہ کا ذکر بہت کرتے ہوں۔ اس دنیا میں تمام نبیوں کے سردار سید الاولین والآخرین' اللہ کے سب سے بڑے محبوب' آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایمان والوں کے لئے پورے عالم میں سب سے بہترین نمونہ نبی کریمؐ کے اسوۂ حسنہ کو قرار دیا گیا ہے۔

سیرت نبوی سے فائدہ اٹھانے کی شرطیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسوۂ حسنہ سے وہ لوگ' وہ ایمان دار زیادہ فائدہ اٹھائیں گے' کامیاب ہوں گے جو اللہ پر امید اور یقین رکھتے ہوں' تعلق اور بھروسہ رکھتے ہوں' اور غیر اللہ کی طرف نہ دیکھتے ہوں' ایک شرط تو یہ ہے۔ دوسری شرط یہ فرمائی کہ آخرت پر یقین رکھتے ہوں' جو لوگ دنیا ہی کو سب کچھ مانیں' اسی کے لئے پیدا ہوئے' اسی کے لئے زندگی گزاری اور رات دن دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں بسی رہی' ایسے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو یوم آخرت پر یقین رکھتے ہوں۔

ہر کام اللہ کے لئے کرو:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہا ہے: "وذکر اللہ کثیراً" اور تیسری شرط یہ رکھی کہ وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اس دنیا میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرتے ہوں' جو اللہ کو مانتے ہوں' جو اللہ کو جانتے ہوں' جو اللہ کے لئے جیتے اور مرتے ہوں اور اللہ سے تعلق کے لئے رات دن تڑپتے ہوں اور کوشش کرتے ہوں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں' اور جن کا دل و دماغ جن کی زندگی' جن کا سونا اور جاگنا صرف روپیہ پیسہ ہو جائے وہ اللہ اور اس کے رسول تک کہاں پہنچ پائیں گے؟ ان کے لئے حضورؐ کی سیرت نفع بخش نہ ہوگی' ایسے لوگ محروم ہیں۔ اللہ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے کہ: "دنیا میری سوکن ہے۔" مثلاً ایک مرد کی دو بیویاں ہوں تو وہ دونوں کو خوش نہیں کر سکتا' اگر اس سے بولے گا تو یہ خفا ہوگی اور اس سے نہ بولے گا تو یہ خفا ہوگی' تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا جو میں نے بنائی ہے یہ میری سوکن ہے' جو اس کا ہو کر رہے گا وہ میرا نہیں اور جو میرا ہو کر رہے گا وہ اس کا نہیں۔ جس طرح دو بیویوں کو کوئی راضی نہیں کر سکتا' اسی طرح دنیا اور اللہ دونوں کو کوئی ایک ساتھ راضی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خودکشی کر لو' فاقہ میں رہو' نہیں نہیں! کماؤ اور کھاؤ مگر ہاتھ پاؤں دنیا کی کمائی میں ہوں اور دل و دماغ زبان اور تمام ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رکھو' جو کچھ کرو اللہ کی مرضی کے مطابق کرو' خلاف شریعت اور حرام نہ کرو' جہنم کے راستہ پر نہیں بلکہ اللہ کی مرضی کے مطابق چلو اور اس کی فکر کرو' دنیا میں کماؤ تو اللہ کے لئے اور اس کو خرچ کرو تو اللہ کے لئے' گھر میں خرچ کرو تو بھی اللہ کے لئے' اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے' تو یہ دنیا تمہارے لئے آخرت میں بھلائی اور نعمت بن جائے گا' اور تم کو جنت دلوائی گی اور اگر دنیا کے لئے نماز پڑھو گے تو یہ بھی تم کو جہنم میں لے جائے گی' کوئی کام دنیا کے لئے نہیں ہونا چاہئے' جو کچھ کرو شریعت کے مطابق اور اللہ کے لئے کرو تو دنیا بھی جنت بن جائے گی۔

سیرت طیبہ اعلیٰ نمونہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس زندگی کو مسلمانوں کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے' بہترین اور سب سے اعلیٰ نمونہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں یتیم بنا کر بھیجا' آپ کے والد کا انتقال ولادت باسعادت سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ تقریباً ۶ سال کی عمر شریف ہوئی

تو والدہ کا انتقال ہو گیا' آٹھ سال کی عمر شریف ہوئی تو دادا کا انتقال ہو گیا۔ اندر باہر کوئی نگران نہیں رہا' والد تو پہلے ہی وفات پا چکے تھے' چھ سال کی عمر میں والدہ کی وفات ہو گئی' آٹھ سال میں دادا کی وفات ہو گئی' آپ کی آٹھ سال کی عمر تھی تو اس میں آپ کے نگراں آپ کے چچا ابو طالب ہوئے' ابو طالب آپ کے دادا عبدالمطلب کے انتقال کے بعد سارے مکہ کے سب سے بڑے سردار ہو گئے اور ہر وقت مکہ والوں کے قضیے' قصے اور معاملات کے فیصلوں میں لگے رہتے' اپنے والد عبدالمطلب کے پیشہ تجارت کے لئے بھی کوئی وقت نہ مل پاتا تھا۔ اس لئے گزر تنگ دستی سے ہوتا تھا' کنبہ بڑا تھا' اخراجات زیادہ تھے' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آٹھ سال کی عمر میں اپنا بوجھ خود برداشت کیا' اس طرح آپ کا بچپن جو گھر میں ناز و نعمت اور نگرانی اور انسیت میں گزرتا ہے یا گزرنا چاہئے تھا وہ جنگل میں جانور چرانے والے بچوں کے ساتھ مکہ میں گزرتا ہے اور کسی کی نگرانی نہیں ہوتی ہے' صرف اللہ نگراں ہے' حضورؐ کے حالات بچپن سے جوانی تک تمام دنیا کے سامنے ہیں' آپ کی پاکیزہ زندگی کو دنیا نے محسوس کیا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامات ہندوستان میں محسوس کی گئیں اور وہاں کے راجاؤں نے اس کو محسوس کیا تھا اور کاہنوں نے بتایا تھا کہ حضورؐ کی ولادت ہونے والی ہے اور اس قسم کے احوال ہو رہے ہیں۔

ولادت باسعادت:

تو بہرحال میں تفصیل میں نہیں جاتا' فارس میں بہت بڑی محراب ہے' اب بھی ہے' ٹوٹی ہوئی ہے' وہ اس دن ٹوٹی جس دن وہاں کا بادشاہ اس میں بیٹھا تھا اور اس وقت حضورؐ کی ولادت ہوئی اور اس طرح اور دیگر احوال دنیا میں پیش آئے' بہرحال آپ کی ولادت باسعادت پر آپ کے خاندان نے بہت اہتمام انتظام سے مسرت اور خوشی منائی' ابولہب حضورؐ کا ایک چچا ہے' اس کی باندی حضورؐ کی ولادت کی خبر لے کر اس کے پاس گئی کہ آپ کے بھائی عبداللہ کے یہاں اللہ نے صاحبزادہ دیا ہے تو ابولہب نے اس باندی کو اس خوشخبری کے بدلے میں آزاد کر دیا کہ تم نے اتنی اچھی خبر سنائی ہے' آج سے تم آزاد ہو' غلامی سے آزادی مل گئی' بہرحال سارے خاندان نے مسرت منائی اور پہلے دن سے لوگوں نے آپؐ کے کمالات اور بہت ہی ممتاز احوال کو محسوس کیا۔

مدت رضاعت کے انوار و برکات:

عربوں میں یہ دستور تھا کہ دیہات کی عورتیں شہروں میں آ کر چھوٹے بچوں کو پالنے کے لئے' دودھ پلانے کے لئے لے جاتی تھیں' اس وقت بھی دیہات کی عورتیں آئیں اور جو زیادہ مال دار گھرانے تھے' انعام و اکرام کی زیادہ امید تھی' ان سے کے بچوں کو حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے' اس لئے زیادہ انعام و اکرام کی توقع نہیں تھی' اس لئے زیادہ عورتوں نے حضورؐ کو حاصل کرنی کی کوشش نہیں کی' آنے والیوں میں ایک عورت حلیمہ سعدیہ تھیں وہ اپنے قبیلہ سے مکہ پہنچی تھیں' مگر ان کا وہ جانور جس سے وہ آئیں تھیں کمزور تھا اور اس کو آنے میں تاخیر ہوئی' جب تک تمام بڑے بڑے گھرانوں کے بچے دوسری عورتوں نے حاصل کر لئے' جب وہ پہنچیں تو کسی امیر گھرانے کا بچہ نہیں ملا پھر مجبوراً وہ حضورؐ کی والدہ کے پاس آئیں اور حضورؐ کو حاصل کیا' حضورؐ کو لینے کے بعد انہوں نے تمام احوال کا بالکل متغیر اور بدلا ہوا پایا' جس کی وجہ سے حضورؐ کی محبت اور تعلق اور قدر ان کے دل و دماغ میں بڑھتی ہی چلی گئی' وہی جانور جو آنے میں لاغر اور کمزور ہونے کی وجہ سے دیر میں پہنچا تھا' اب واپسی میں سفر کئے ہوئے ہے تھکا ہوا ہے اور کمزور تھا ہی اور زیادہ اس کو سست ہونا چاہئے تھا' لیکن جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اس پر گھر کی طرف سفر کر رہی ہے تو وہ برق رفتاری کے ساتھ چل رہا ہے اور جتنے دوسرے جانور تیز اور مضبوط اور جلدی جلدی آئے تھے وہ سب کو پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانی ضرورتیں پیش آتیں پیشاب' پاخانہ وغیرہ ہر چیز کے لئے اس کے وقت سے پہلے ہی اشارہ کرتے' کوئی چیز' کپڑے وغیرہ خراب نہیں ہوتے اور اشارے پر پیشاب' پاخانہ کی ضرورتیں کرا دی جاتیں۔ آپؐ زمین پر پیشاب یا پاخانہ کرتے تھے تو وہ نجاست زمین نگل لیتی' صاف کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن رات میں اتنا بڑھتے ہیں جتنا بچے ایک مہینہ میں بڑھا کرتے ہیں تو ہر دن آپؐ کے احوال میں تغیر اور صحت میں اضافہ اور بڑھوتری ہوتی چلی جا رہی ہے' چند ہی مہینوں میں آپؐ چلنے لگے اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل چلے جاتے بکریوں کو دیکھتے' سوکھی لکڑیاں اکٹھی کرتے اور کاموں میں لگے رہتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد حضرت حلیمہؓ نے اپنے گھر میں نورانیت اور آبادی' انس اور اطمینان محسوس کیا اور گھر کی تمام چیزوں میں خیر و برکت میں دس گنا اضافہ ہو گیا' جانوروں کا دودھ بہت بڑھ گیا' جو غلہ اور سامان ضرورت کے لئے تھا یا آتا وہ ایک دن کے لئے لایا جاتا' وہ دس دن ختم نہیں ہوتا تو ان احوال کو ہر چیز میں محسوس کیا' اسی زمانہ میں جب حضورؐ ان کے یہاں تھے اس علاقہ میں قحط پڑا' سبزہ نہیں' گھاس نہیں' بارش نہیں' جانوروں کو چرنے

کے لئے کچھ ملتا نہیں' بھوکے' لاغر جانوروں کا دودھ گھٹ گیا' مگر اسی جگہ اسی جنگل میں اسی میدان میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی بکریاں اور جانور خوب فربہ' تھن بھرے ہوئے ہوتے اور دوسرے لوگ اپنے بچوں کو مارتے اور کہتے کہ حلیمہ کی بکریاں دیکھو' جانور دیکھو' کہاں چرتے ہیں؟ وہاں لے جاؤ! بچے کہتے کہ وہیں چرتی ہیں جہاں ہمارے جانور چرتے ہیں' ہم تو کہیں اور نہیں لے جاتے مگر وہ خوب تروتازہ اور خوب صحت مند ہیں اور دودھ دیتی ہیں اور دوسروں کی ایسی نہیں ہیں' اس طریقے سے تمام علاقہ میں حضرت حلیمہؓ کا حال بالکل بدلا ہوا ہے اور ہر چیز میں بہت کھلا ہوا فرق ان کو محسوس ہوتا ہے' اس لئے انہیں آپؐ سے بہت محبت' بہت تعلق' بڑی عقیدت ہوگئی۔

شق صدر کا پہلا واقعہ:

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں گئے ہوئے تھے' حضرت حلیمہؓ کے بیٹے گرتے پڑتے' دوڑتے بھاگتے' ہانپتے کانپتے پہنچے اور کہا: ماں! جلدی چلو دوڑو! حلیمہؓ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ کہا دو آدمی آئے اور ہمارے بھائی محمد کو لٹا کر سینہ چاک کر دیا' قتل کر دیا' جلدی چلو' ماں نے سوچا: اتنا ننھا بچہ ایسی کہانی نہیں بنا سکتا' یہ سن کر حضرت حلیمہؓ کے پاؤں تلے زمین کھسک گئی اور وہ گرتی پڑتی جس طرح ہو سکا جنگل کی طرف دوڑیں' جا کے دیکھا کہ حضور کھڑے ہیں' چہرہ مبارک زرد ہے اور بدن میں لرزہ ہے' پوچھا کیا ہوا؟ ہمیں نہیں معلوم ہو رہا ہے کیا بات ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: یہاں دو آدمی آئے اور ان کے ہاتھوں میں دو طشت تھے اور آ کر مجھ کو لٹایا اور میرا سینہ چاقو سے چاک کیا' میرا دل نکالا' ایک طشت میں پانی تھا' اس سے دھویا اور دوسرے طشت میں سفید سفید کوئی چیز تھی دل کو سفید سفید چیز میں رکھ کر کے ہاتھ پھیر دیا' پھر سینہ برابر ہو گیا' یہ ایسا قصہ تھا جو حضرت حلیمہؓ کی عقل میں نہیں آتا تھا لیکن اتنا چھوٹا بچہ ایسی کوئی داستان نہیں بنا سکتا' اس لئے کوئی چیز سمجھ میں نہیں آتی اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ تمام عرب کے پیرزادے اور اللہ کے ولایسے خاندان کے ایسے نونہال سے ایسی خیر و برکت اور ایسی کھلی کھلی کرامتیں اور معجزے ظاہر ہو رہے ہیں خدا خیر کرے' کیا معاملہ ہے؟ اگر کچھ ہو گیا تو میں کیا منہ دکھلاؤں گی؟ یہ سوچ کر حضورؐ کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں اور یہ کہا کہ آپ کے نونہال کو میں نے رکھا' پالا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا خدمت کی' لیکن اب میں آپ کی امانت آپ کے سپرد کرتی ہوں اور اب آپ رکھئے پالئے' تو حضورؐ اپنی والدہ کے پاس پہنچ گئے' دو سال کے اندر تو وہاں بڑھتے رہے اور پلتے رہے۔

بچپن کا ایک معجزہ:

اسی زمانہ میں مکہ میں قحط پڑا' بارش نہیں' کنویں سوکھنے لگے' پانی اپنی زندگی بچانے کے لئے کئی کئی میل سے لانا پڑتا' سب لوگ پریشان' دودھ کا ایک قطرہ نہیں' جانور مر رہے ہیں' ایسی حالت میں عبدالمطلب نے حضورؐ کے دادا نے یہ ارادہ کیا کہ اپنا حال زار بیان کر کے اللہ سے ہم بارش کی درخواست کریں' دعا کریں اور یہ طے کر کے جب چلنے لگے دعا کے واسطے تو حضور کو بھی ساتھ لے لیا' جب اس جگہ پہنچے جہاں دعا کرنی تھی تو حضور کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور آسمان کی طرف بلند کر کے اپنا حال زار بیان کرنے لگے اور اللہ کے سامنے دعا و گریہ زاری کرنے لگے اور پھر کہا: اے الہ العالمین! ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ بچہ آپ کو بہت پیارا ہے' ہم ان کے طفیل میں آپ سے رحم مانگتے ہیں' ہمارے اوپر سے یہ قحط دور ہو جائے' بارش برس جائے اور ہماری زندگیاں بچ جائیں' حضور کو اٹھا کر آپؐ کے طفیل میں دعا کر رہے ہیں اور رو رہے ہیں' اسی درمیان دعا ختم نہیں ہوئی' بادل نظر آیا' پھیلا اور بارش شروع ہوگئی اور سارا قحط دور ہو گیا' اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے ایک ایک آدمی کو حضورؐ کی شخصیت' کمالات' محبوبیت اور اللہ کے یہاں بلند درجہ کھول کھول کر دنیا کو دکھایا گیا' جس کی وجہ سے آپؐ سے عقیدت لوگوں میں بڑھتی ہی چلی گئی۔

بچپن کا ایک اور عجیب واقعہ:

اسی بچپن کے زمانہ میں جب حضورؐ کی والدہ' دادا یہ سب لوگ انتقال کر گئے تو ایک دن حضور مکہ کی دوپہر میں چلچلاتی دھوپ میں' گرم ریت پر ننگے پاؤں پیدل کہیں سے چلے آ رہے ہیں تو حضورؐ کے رشتہ کے چچا عامر ابن ہشام وہ بھی کہیں سے اونٹ پر چلے آ رہے تھے' ان کی نظر پڑی' حضورؐ پر تو کہا: ننھے بھتیجے! اس گرمی میں ننگے پاؤں کہاں سے چلے آ رہے ہو؟ اس نے اپنا اونٹ بٹھا دیا اور حضورؐ سے کہا آؤ میرے ساتھ اونٹ پر بیٹھ جاؤ' گھر چلو! حضورؐ تشریف لے آئے' اس نے اپنے پیچھے بٹھا لیا' وہ سدھا ہوا اونٹ تھا' اشارہ کیا تو کھڑا ہو گیا' اب جب کھڑا ہو گیا تو اشارہ کیا چلنے کا تو اونٹ چلتا نہیں' ڈنڈا مارا مارتے مارتے پسینہ پسینہ ہو گیا' تھک گیا تو پھر اونٹ کو بٹھا دیا' بیٹھ گیا' حضورؐ کو اتار دیا اور پھر کھڑا کیا اشارہ کیا چلنے لگا' پھر بٹھایا حضورؐ کو پھر سوار کیا پھر اشارہ کیا اونٹ کھڑا ہو کر چلتا نہیں' گردن ڈال دی' جب بالکل پریشان ہو گیا تو حضورؐ نے فرمایا: اے چچا! اگر تم مجھے آگے بٹھا لو تو یہ اونٹ انکار نہیں کرے گا' تو اس نے ایسے ہی کیا' حضورؐ کو آگے سوار کیا اس کے بعد جو اشارہ کیا تو اونٹ کھڑا ہوا اور عادت کے مطابق چلنے

لگا' کوئی پریشانی نہیں' اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی بتایا کہ تیرے دل ودماغ کی آنکھیں اندھی ہیں' تو حضورؐ کی ذات کو نہیں پہچانتا ہے جتنا تیرا اونٹ جانور پہچانتا ہے' وہ اس بات کو برداشت نہیں کرتا کہ تو حضورؐ کو پیچھے بٹھائے اس لئے تیری تمام کوشش بیکار گئی اور وہ نہیں چلا' جب حضورؐ کے فرمانے پر تو نے آگے بٹھالیا تو پھر اونٹ نے انکار نہیں کیا' اس طریقے سے حضورؐ کا بچپن گزرا' خدا نے آپ کو تمام کمالات سے مستفیض فرمایا تھا اور تمام عیوب سے بری فرمایا تھا۔

بحیرہ راہب کی بشارت:

بچپن ہی کا زمانہ تھا کہ آپ کے چچا ابو طالب تجارت کے لئے گرمیوں کے زمانہ میں عربوں کے طریقے پر شام جانے لگے تو حضورؐ سے کہا کہ بیٹا تم بھی چلو' حضورؐ نے کہا: بہت اچھی بات ہے' میں بھی چلتا ہوں' ابو طالب نے کہا ہم تجارت کریں گے اور تم وہاں موسم کی ٹھنڈک سے' یہاں کی گرمی سے نجات پاؤ گے اور وہاں تمہاری صحت ٹھیک ہوجائے گی' چنانچہ حضورؐ ساتھ ہوگئے جب سفر کرتے کرتے شام کے بارڈر پر پہنچے تو وہاں ایک عیسائی پادری جو انجیل کے علوم کا ماہر تھا اور دنیا چھوڑ کر جنگل میں آباد ہوگیا تھا' اس کا نام بحیرہ تھا' وہ ابو طالب سے ملا اور اس نے کہا کہ آپ سفر کررہے ہیں' آج ہمارے ساتھ کھانا کھائیے' مسافر کو پکانا نہ پڑے' لانا نہ پڑے' پکا پکایا مل جائے تو بہت آسانی ہوجاتی ہے' انہوں نے دعوت منظور کرلی اور جب وقت آیا تو حضورؐ کو لے کر پہنچے راہب نے کہا کہ کھانا اصل مقصود نہیں' کھانا تو ابھی تیار ہورہا ہے ابھی آجائے گا' لیکن اس سے بڑے مقصد کے لئے میں نے آپ کو بلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے جو آپ کے ساتھ ہیں یہ اللہ کے آخری نبی ہوں گے ہمارے نبی حضرت عیسیٰ نے یہ خبر دی ہے اور علامتیں بتائی ہیں وہ ساری علامتیں ان میں پائی جاتی ہیں' اس لئے یہ آخری نبی ہوں گے اور جہاں تم جارہے ہو تجارت کے لئے ملک شام میں وہاں عیسائی اور یہودی دونوں اس انتظار میں بیٹھے ہیں اور ساری علامتیں ازبر حفظ کئے ہوئے ہیں' عیسائی کہتے ہیں آخری نبی ہم میں ہوں گے' ہم ان کا ساتھ دیں گے' ساری دنیا پر غالب ہوں گے' یہودی کہتے ہیں کہ ہم میں ہوں گے' ہم ان کا ساتھ دیں گے اور ساری دنیا پر غالب ہوں گے' مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب وہ حضورؐ کو دیکھیں گے اور ساری علامتیں پائیں گے تو ان کے دل میں حسد پیدا ہوگا اور ہوسکتا ہے کہ ان کو قتل کرنے کی کوشش کریں' اس لئے آپ ان کو شام مت لے جائیے' یہیں بارڈر پر تجارت کیجئے' اپنا مال بیچئے' جو خریدنا ہے وہ خریدیئے اور شام مت لے جائیے' ان کو مکہ لے کر چلے جایئے۔ چنانچہ ابو طالب نے بحیرہ کی بات کو مان لیا اور وہیں تجارت کی' اپنا مال بیچا اور جو خریدنا تھا خریدا اور کامیاب تجارت کرکے وہیں سے واپس ہوگئے۔ حضورؐ کو مکہ لے آئے' حضورؐ مکہ میں بڑھتے پلتے رہے وقت گزرتا رہا' بچپن سے مکہ کے گھر گھر میں حضورؐ کے کمالات' خوبیاں' سچائی' امانت داری' احسان و بھلائی اور خیر خواہی یہ تمام خوبیاں گھر گھر لوگوں کی زبان پر تھیں اور جس طرح حضورؐ کو اسم مبارک محمدؐ احمدؐ سے پہچانا جاتا تھا' اس طرح اگر کوئی مکہ والے سے پوچھتا تھا کہ سچا کون ہے؟ تو حضورؐ کے علاوہ کسی کا نام نہیں' کوئی پوچھتا امین' امانت دار کون ہے؟ تو حضورؐ کے علاوہ کسی کا نام نہیں' آپ کی سچائی' امانت داری یہ ایسے کمالات تھے کہ جو نام کی طرح جانے جاتے تھے اور سب ان کے قائل تھے' گھر گھر اس کا چرچا تھا۔

☆☆.........☆☆

بقیہ: امتحان کی زندگی

کردے اور نبی کی ہدایت کو قبول کرکے امتحان کی کامیابی کا سامان نہ کرے تو پھر کوئی دوسرا موقع ملنے والا نہیں' اس نبی کا آنا اور قرآن کے ذریعہ انسان کو علم وحقیقت کا فہم پہنچایا جانا وہ بہترین اور ایک ہی موقع ہے جو انسان کو دیا گیا ہے' اس سے فائدہ اٹھانا تو بعد کی ابدی زندگی میں ہمیشہ کے لئے پہنچتا ہے' ہر آزمائش کا موقع انسان کے درمیان فیصلہ کن ہوتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا عین مقتضا ہے کہ ایسے مواقع وقتاً فوقتاً آتے رہیں' ان مواقع پر جو کامیابی کی راہ پاتا ہے وہ اللہ ہی کی توفیق و رہنمائی سے پاتا ہے اور جو ناکام ہوتا ہے وہ اس توفیق و رہنمائی سے محروم ہونے کی بدولت ہی ناکام ہوتا ہے' اگرچہ اللہ کی طرف سے توفیق اور رہنمائی ملنے اور نہ ملنے کے لئے بھی ضابطہ ہے جو سراسر حکمت اور عدل پر مبنی ہے' لیکن بہرحال یہ حقیقت اس جگہ ثابت ہے کہ آدمی کا آزمائش کے مواقع پر کامیابی کی راہ پانا یا نہ پانا اللہ کی توفیق و ہدایت پر ہی منحصر ہے۔

اس نکتہ کو کہ دنیا انسان کے لئے امتحان گاہ (دارالعمل) ہے اور اپنی تخلیق کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے یہ اس کا فرض ہے کہ وہ شریعت اسلامیہ کی اتباع کاملہ کی بدولت امتحان میں کامیابی حاصل کرے' اقبال نے ان سارے ارشادات کو جن کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا "بانگ درا" کی نظم "خضر راہ" کے ذیلی عنوان "زندگی" کے درج ذیل شعر میں ذہن نشین کرایا ہے:

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب
اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی

☆☆

دوسری اور آخری قسط

اصلاح ظاہر و باطن

مولانا شاہ ابرار الحق

باطن کی درستگی اور اس کے ثمرات:

دلوں کے درست ہو جانے سے بڑے سے بڑا کام بڑی سہولت اور آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے' اس پر ایک واقعہ یاد آیا' عبرت کے لئے عرض کرتا ہوں تا کہ ہم اندازہ کریں کہ ہمارا کیا حال ہے اور ہمارے پیشواؤں اور بڑوں کا کیا حال تھا' جس وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لولو نے زخمی کیا اور آثار سے وقت آخر معلوم ہوا تو لوگوں کی درخواست پر آپ نے اپنی جانشینی کے لئے چھ اشخاص حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ حضرت طلحہ بن عبداللہؓ اور حضرت زبیر بن عوام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام پیش کئے اور فرمایا کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو ان سے راضی اور خوش ہو کر گئے' پھر فرمایا کہ ان چھ حضرات میں سے جس کسی کے نام پر اتفاق ہو جائے یا اسے اکثریت کی حمایت اور تائید حاصل ہو جائے اسے خلیفہ بنا دیا جائے' ساتھ ہی اس کام کے لئے حکم ہوا کہ تین دن کے اندر اس کا فیصلہ ہونا چاہئے' اس وقت تک حضرت صہیبؓ بن سنان الرومی امامت کریں گے' چنانچہ آپ کی وفات اور آپ کی تدفین سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مقداد بن الاسودؓ نے اپنے مکان پر سب کو جمع کیا اور دو دن تک اس سلسلہ میں مشورے ہوتے رہے اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا' چونکہ اس کام کے لئے ہدایت تھی کہ تین دن میں ہونا چاہئے' اس لئے آخر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ تجویز پیش فرمائی کہ چھ اشخاص میں سے تین کو سب اختیار دے دیا جائے' چنانچہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کو' حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو حضرت سعد بن وقاصؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اپنا اپنا حق خلافت سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ بہت مال دار اور رئیسوں میں تھے' مالداری کا یہ عالم تھا کہ بوقت انتقال ۳۰/۳۲ کروڑ روپے چھوڑا' یہ اس وقت کے ۳۰/۳۲ کروڑ اس وقت تو نہ معلوم کتنے ارب ہوگا؟ اسی کے ساتھ ساتھ بڑے جلیل القدر صحابی' خلافت کی اہلیت رکھنے والوں میں سے تھے' اسی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

> "یہ ہیں مردان خدا کہ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت' وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سے آنکھیں الٹ جائیں گی۔"
>
> (پارہ ۱۸ ع ۱۱)

بہرکیف اب خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ صرف تین حضرات میں رہ گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے معذرت کر دی کہ میں اس کام کی ہمت نہیں رکھتا اور حضرت عثمانؓ و حضرت علیؓ سے کہا کہ میں اپنا نام واپس لیتا ہوں اور آپ دونوں حضرات اپنا معاملہ میری صوابدید پر چھوڑ دیں کہ جس کو اس کام کے لئے تجویز کر دوں' دوسرا اس کو بخوشی قبول کرے اور یہ سب کو تسلیم کرنا ہوگا' چنانچہ سب نے اس بات کو منظور کر لیا کہ جس کے حق میں یہ فیصلہ کر دیں وہی بار خلافت کا متحمل ہوگا' چنانچہ آپ نے حضرت عثمانؓ کے لئے خلیفہ ہونا تجویز کیا' اس کو سب نے منظور کر لیا اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنایا گیا۔

دل کا سنورنا اصل ہے:

اتنا بڑا معاملہ اتنی جلدی طے ہو گیا' بات کیا تھی؟ بس یہی کہ دنیا کی محبت نہیں تھی' دین کی محبت تھی' دل درست ہوتا ہے تو سب اعضاء درست ہو جاتے ہیں' جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا:

> "جسم کے اندر ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے' خوب جان لو کہ وہ قلب ہے۔" (مشکوٰۃ)

تو باطن کی اصلاح و درستگی کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے کہ سارے اعضاء اپنا اپنا کام بالکل صحیح کرتے

ہیں اور اپنی اپنی ڈیوٹی ٹھیک ٹھیک انجام دیتے ہیں۔

انسان کا ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے:

یہاں سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا وہ یہ کہ انسان کا ظاہر یہ عنوان ہوتا ہے کہ اس کا باطن کس طرح کا ہے؟ اس کی ایک بڑی عمدہ مثال یاد آئی کہ مسجد کے امام صاحب جو پنج وقتہ نماز پڑھاتے ہیں' اگر وہ کسی ایک دن نماز کے وقت اپنے حجرہ سے محراب مسجد کی طرف اپنے کپڑے اتارے ہوئے آئیں اور یہ کہیں کہ میں اس حالت میں اس لئے آیا ہوں تا کہ آپ لوگوں کو مسئلہ بتادوں کہ نماز اس طرح بھی ہو جاتی ہے تو کیا آپ انہیں آنے دیں گے؟ یا یہ سمجھیں گے کہ عقل میں فتور آ گیا ہے' حالانکہ امام صاحب کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہم کو نماز پڑھانے دو' مجھے نماز کے مسائل اور سورتیں یاد ہیں' میرا باطن بالکل ٹھیک ہے' صرف ظاہر کی خرابی سے آپ لوگ گھبرا گئے' آپ ان کی بات نہ سنیں گے اور نہ مانیں گے' سیدھے مسجد سے نکال کر دماغ کے ڈاکٹر یا پاگل خانے لے جائیں گے' ظاہر کی خرابی سے آپ کو باطن کی خرابی پر کیوں یقین آ گیا' اس لئے کہ ظاہر یہ ترجمانی کر رہا ہے باطن کے گڑ بڑ ہونے کی۔

ظاہر کی اہمیت اور اس کا تقاضا:

جو لوگ یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اصل تو باطن ہے ظاہر کیسا بھی ہو' بڑی غلطی کی بات ہے' ایک مرتبہ ایک صاحب کہنے لگے کہ نیت اچھی ہو اور قلب صاف ہو' گناہوں سے بچتا ہو یہ کافی ہے' لباس سے کیا ہوتا ہے؟ جو بھی صورت وشکل اور وضع اختیار کرے' تو میں نے جواب میں عرض کیا کہ بھائی ماشاء اللہ آپ کی والدہ صاحبہ نماز کی پابند ہیں' ہمشیرہ صاحبہ نماز کی پابند ہیں اور دوسرے دین کے کام کرتی رہتی ہیں' آپ ایسا کیجئے کہ ان کا دوپٹہ اوڑھ کر بازار دوست واحباب میں تشریف لے جائیں' اگر آپ ایسا کر کے دکھائیں تو آپ کی خدمت میں پانچ روپے انعام پیش کروں گا' اس پر وہ کہنے لگے کہ صاحب لوگ دیکھیں گے اور مذاق اڑائیں گے' میں نے کہا اس میں ہنسنے اور مذاق اڑانے کی کیا بات ہے؟ جب آپ کی بہن اور ماں دین کی پابند ہیں تو ظاہر میں دوپٹہ اوڑھنے سے کیا ہوتا ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے' تو جس طرح بہن کا دوپٹہ اوڑھ لینا خلاف مذاق ہے' اسی طرح غیر وضع اور خلاف شریعت صورت کا اختیار کرنا' اسلامی شریعت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے مناسب حکم دیا ہے' مردوں کا خاص درجہ عطا فرمایا ہے' اگر عورت مرد کی وضع اختیار کرے تو غلطی کی بات ہے' ایسے ہی مرد کو عورت کی وضع اختیار کرنا منع ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

"لعنت کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر جو عورت کی وضع اختیار کرے اور لعنت کی ہے اس عورت پر جو مردوں کی وضع اختیار کرے۔"

(ابوداؤد)

جیسے کہ پولیس والوں کو ڈاکخانہ والوں کی وردی اختیار کرنا جرم قرار دیا جاتا ہے' اسی طرح ڈاکخانہ والوں کو پولیس والوں کی وردی اختیار کرنا خلاف قانون اور قابل مواخذہ ہے اس لئے کہ حکومت نے سب کی وردی کو الگ الگ کر رکھا ہے' ایسے ہی شریعت نے مرد وعورت کی وضع کو الگ الگ متعین کیا ہے' لہٰذا ایک دوسرے کی مشابہت جرم ہے' اسی طرح مرد کا پردہ میں رہنا مردانگی کے خلاف ہے اور عورت کا بے پردگی کے ساتھ رہنا عورت ہونے کے خلاف ہے۔

قلب ونظر کی پاکی کے باوجود شرعی پردہ کا حکم:

پردہ کے سلسلہ میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ صاحب اگر کوئی پاک دل ہو پاک نگاہ ہو' کسی اجنبی پر نظر ڈالے اور دیکھے تو کیا حرج ہے جبکہ نگاہ بھی پاک ہے' دل بھی پاک ہے' میں نے عرض کیا کہ آپ کی نگاہ میں کیا کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے متعلق آپ کا گمان ہے کہ ان کا دل اور ان کی نگاہ پاک ہیں' انہوں نے کہا: جی ہاں! بہت سے لوگ ہیں' میں نے کہا کہ اچھا ان کا نام لیجئے' انہوں نے بڑے بڑے بزرگان دین کے نام لینے شروع کئے' مثلاً حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ' حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا تھانویؒ وغیرہ جیسی ہستیاں ایسی ہیں کہ جن کے دل بھی پاک ہیں اور نگاہیں بھی پاک ہیں' میں نے کہا ائمہ اربعہ کیا یہ لوگ نہیں ہیں؟ کہا: ارے صاحب! ان کے متعلق پوچھنا ہی کیا ہے' میں نے کہا اور تابعین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سب سے بڑھ کر ازواج مطہرات کہ ان سے بڑھ کر تو کوئی ہے ہی نہیں جو پاک دل اور پاک نگاہ ہو' کہنے لگے کہ نہیں' میں نے کہا کہ اب سنئے حدیث میں ہے کہ ایک صحابی اعمیٰ (نابینا) تھے' جو بہت بڑے متقی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں کبھی کبھی امامت بھی فرمایا کرتے تھے' ان کا نام ہے حضرت عبداللہ ابن ام مکتومؓ' حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہؓ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھیں اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے' جبکہ پردے کا حکم شریعت میں آ چکا تھا' تو فرماتی ہیں کہ

حضرت ابن ام مکتومؓ آپ کے پاس تشریف لے آئے' آپ نے ہم دونوں سے فرمایا: "تم دونوں پردے میں ہوجاؤ۔" تو ہم نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ تو اندھے ہیں' نہ ہم کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہم کو پہچان سکتے ہیں' ان سے پردہ کیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں تو اندھی نہیں ہو' تم دونوں تو ان کو دیکھو گی۔ تو جب ازواج مطہرات سے بڑھ کر کوئی پاک نگاہ' پاک دل نہیں ہوسکتا اور وہ ساری امت کی مائیں ہیں' فرمایا گیا: اور آپ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں' جن سے نکاح کرنا امت کے لئے حرام فرمایا گیا ہے:

"اور نہ یہ کہ تم آپ کی بیویوں
سے آپ کے بعد کبھی بھی نکاح کرو۔"
(پ۲۲' ع:۴)

تو اتنے سارے شرف کے باوجود پھر بھی اجازت ایک امتی کو دیکھنے کی نہیں ہے' تو پھر ہما شما کی کیا حقیقت ہے؟ پیر و عالم' بزرگ کا کیا مقام کہ ان کے لئے کسی اجنبی کا دیکھنا معتبر ہو' وہاں تو معاملہ یہ ہے کہ وہ امت کی مائیں ہیں اور امتی کا نکاح ان سے حرام ہے لیکن پھر بھی ایک اجنبی کو دیکھنے کی اجازت نہیں اور یہاں تو پیر کا مریدنی سے نکاح جائز' مریدنی کا پیر سے نکاح جائز' پیر و شیخ اور عالم کی بیوی سے نکاح جائز' تو کیسے کسی اجنبی کو دیکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے؟ کسی مریدنی کا پیر کے سامنے اور پیر کا مریدنی کے سامنے ہونا جائز نہیں ہے۔

اکابر اہل اللہ کی پردہ کے معاملہ میں احتیاط:

بزرگوں کا حال پردے کے سلسلہ میں یہ ہے کہ ذرہ برابر بھی بے پردگی کو گوارا نہیں کرتے' دادا پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کا واقعہ ہے کہ آپ کی ایک مریدنی تھی جو کہ گھریلو کاموں کو پیرانی صاحبہ کے ہمراہ انجام دیا کرتی تھیں' پیرانی صاحبہ بھی ضعیف ہوچکی تھیں اور حضرت حاجی صاحبؒ بہت دنوں تک مسلسل بیمار رہنے کے سبب حد سے زیادہ کمزور ہوگئے تھے تہجد وغیرہ کے لئے خود سے اٹھنا دشوار تھا اور کوئی خدمت کے لئے تھا نہیں' ایک مرتبہ تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ہوئے بسبب کمزوری اٹھنا دشوار ہو رہا تھا' یہ دیکھ کر ان کی ایک مریدنی نے حضرتؒ کو سہارا دے کر کھڑا کرنا چاہا' مگر حضرتؒ نے سختی سے منع فرمایا کہ خبردار ہاتھ نہ لگنے پائے' تم نامحرم ہو' اس پر ان صاحبہ نے عرض کیا کہ کوئی اس حالت میں خدمت کے لئے نہیں' تو پھر میں بھی خدمت سے محروم رہوں گی۔ اس لئے حضرت نکاح کرلیں تاکہ میں حضرت کی خدمت کرسکوں' یہ ہے بزرگوں کی شان کہ پردہ کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ درحقیقت پردہ وغیرہ یہ سب راحت کی جڑ ہیں۔

شریعت و طریقت میں تعلق اور ان کی حقیقت:

بات سے بات نکلتی چلی گئی' کہہ یہ رہا تھا کہ ایک تو ہے ظاہر اور ایک ہے باطن اور شریعت میں دونوں ہی کے متعلق احکام ہیں' جس کی پابندی کرنا ضروری ہے' سارے تصوف و طریق کا حاصل یہی ہے کہ تعمیر الظاہر والباطن کہ اپنے ظاہر و باطن کو شریعت کے موافق بنانا' بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے' دونوں الگ الگ ہیں' یہ غلطی کی بات ہے ایسا نہیں ہے' بلکہ دین کے جتنے احکامات ہیں چاہے ان کا تعلق ظاہر سے ہو یا باطن سے ہو ان سارے احکامات اور تعلیمات و ہدایات کے مجموعہ کا نام شریعت ہے' اب آسانی کے لئے نام الگ الگ کردیے گئے ہیں۔ ظاہری اعمال کو فقہ کہا جاتا ہے اور باطنی اعمال کو تصوف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان دونوں کے مجموعے کو شریعت کہا جاتا ہے' اب جبکہ شریعت میں احکام ظاہر اور احکام باطن دونوں آگئے تو ایک کو لینے دوسرے کو چھوڑنے سے پورے دین پر کیسے عمل ہوگا؟ اور انسان کو ایسے حالات میں کیسے سکون میسر ہوگا؟ بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ ظاہر کی تکمیل بغیر باطن کی اصلاح کے نہیں ہوسکتی' اسی طرح باطن کی تکمیل' بغیر ظاہر کی اصلاح کے نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ مشہور محدث حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علم باطن کچھ بھی حاصل نہیں ہوسکتا بغیر ظاہر کی اصلاح کے جیسا کہ علم ظاہر مکمل نہیں ہوتا باطن کی اصلاح کے۔"
(مرقاۃ)

شیخ ابو طالب مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ دونوں اصل علم ہیں' کوئی ایک بھی دوسرے سے مستغنی نہیں ہے' یہ دونوں بمنزلہ اسلام و ایمان کے ہیں کہ ایک کا ربط دوسرے سے ایسا ہے جیسے جسم و دل کا کہ کوئی کسی سے جدا نہیں ہوسکتا۔"
(مرقاۃ)

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ایک گرامی نامہ کی چند سطور کو ذکر کردیا جائے' وہ فرماتے ہیں:

"بعض جہلاء جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے' محض ان کی کم فہمی ہے' طریقت ہے

شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں' صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے' قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے' آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور عرق گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے' ولی اللہ کو پہچاننے کے لئے اتباع سنت کسوٹی ہے' جو متبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے تو محض بیہودہ ہے' خرق عادات تو دجال سے بھی ہوں گے۔''

تو معلوم ہوا کہ تصوف اور طریقت' شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے' بلکہ شریعت ہی کا ایک جزو ایسا ہے کہ بغیر اس کے ظاہر کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں:

''جس نے علم فقہ حاصل کیا اور تصوف نہیں سیکھا تو وہ فاسق ہو گیا اور جس نے تصوف کو حاصل کیا اور مسائل دینیہ کو نہیں سیکھا تو وہ بے دین ہو گیا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا وہ محقق ہو گیا۔''

(مرقاۃ)

ظاہر و باطن دونوں ہی درست ہونا چاہئے:

غرضیکہ ظاہر بھی درست ہو اور باطن بھی درست ہو' دونوں کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں ان کے موافق معاملہ کیا جائے اور پوری پوری شریعت کی اتباع کی جائے' یہی توجہ الی اللہ کا حاصل ہے کہ جس سے دنیا کی محبت کا بھی علاج ہے اور اس سے انسان کو سکون و اطمینان بھی حاصل ہو گا' سکون نہ ہونے کے اسباب اندر اور باہر کی خرابی ہے' اگر سب ٹھیک ہو تو سکون حاصل ہو گا' جن لوگوں کے ظاہر و باطن سب درست ہو جاتے ہیں' ایسے حضرات کو ولی اللہ و بزرگ کہا جاتا ہے' ان ہی لوگوں کو حقیقی سکون نصیب ہوتا ہے۔

دل باغ و بہار کب ہو گا؟

کیونکہ سکون احکام ظاہر و باطن کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتا ہے' دیکھئے کوئی گندی جگہ ہو تو اس کو اگر چاہتے ہیں کہ وہ جگہ اچھی اور بھلی ہو جائے تو اس کے لئے دو کام کرنا پڑیں گے' ایک تو غیر مناسب چیزوں کو وہاں سے نکال دیا جائے' اس کی گندگی کو صاف کر دیا جائے' کوڑا کرکٹ نکال کر پھینک دیا جائے' دوسرے یہ کہ مناسب چیزوں کو داخل کر لیا جائے کہ پانی وغیرہ دے کر اس کے نشیب و فراز کو درست کر دیا جائے اور اس کے اندر پھول پتیاں لگا کر مزین کر دیا جائے' اب ان دونوں کاموں کی وجہ سے وہی جگہ سیر و تفریح اور دل خوش کرنے والی بن جائے گی' اسی طرح دل سے نامناسب چیزوں کو نکال دیا جائے' مثلاً کسی کے اندر بغض' حسد' ریا' بخل وغیرہ کی بیماری کی وجہ سے گندگی پیدا ہو گئی ہے' اب اس گندگی کو ہمت کر کے نکال دیا جائے اور اچھی و محمود چیزیں مثلاً صبر' تقویٰ' خشیت' عاجزی' انکساری' خلوص و محبت سے آراستہ کیا جائے تو دل باغ و بہار کا خزانہ ہو جائے گا۔

ذکر میں حیات قلب کی تاثیر ہے:

اور اسی کے سکون سے سارے بدن کو سکون حاصل ہو جائے گا' دل کے سکون کے لئے اللہ کا ذکر ہے اس بات کی طرف حق تعالیٰ نے متوجہ فرمایا ہے:

''سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔''

(پ۱۳ ع ۱۰)

اللہ کے ذکر سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہئے۔ ذکر کثرت سے کرنا چاہئے' ذکر کی خاصیت پانی کی سی ہے' درخت میں پانی ڈالتے رہنے سے درخت شاداب اور ہرا بھرا رہتا ہے' اسی طرح ذکر کے اہتمام سے قلب میں سکون و اطمینان حاصل رہتا ہے' اس کے اندر ہمت اور طاقت پیدا ہوتی ہے' نور ذکر کی برکت سے ذاکر اپنے قلب میں ایک خاص قسم کے تعلق مع اللہ کی کیفیت محسوس کرتا ہے' جس کی وجہ سے احکام ظاہری و باطنی کی پابندی اور دوام علی الطاعت نصیب ہوتا ہے' اس لئے روزانہ' بلا ناغہ پابندی کے ساتھ کچھ نہ کچھ ذکر کا معمول رکھنا چاہئے' اہتمام اور توجہ سے ذکر کرنا چاہئے کسی دن بھی ناغہ نہ ہونا چاہئے اگر کسی دن وقت کم ہو تو جتنا بھی ہو سکے کچھ نہ کچھ ضرور ذکر کر لیا جائے۔

دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے:

لیکن دوا کے ساتھ پرہیز بھی ضروری ہے کسی کو بخار ہے' معالج اس کے لئے دوا تجویز کر دے' مریض اس دوا کو استعمال تو کرے مگر ساتھ میں شامی کباب اور پراٹھے بھی کھاتا رہے تو بتایئے اس بد پرہیزی میں دوا کیا کام کرے گی' بلکہ اس سے تو مرض اور بھی بڑھ جائے گا۔ اسی طرح سکون قلب کی دوا جو کہ ذکر ہے' اس کے ساتھ گناہ کی بد پرہیزی بھی جاری رہے تو اس سے قلبی سکون کیسے حاصل ہو گا؟ اس لئے گناہوں سے بچنا از بس ضروری ہے بالخصوص اگر کسی سے بات چیت کرنا ہو تو اس میں فضول گفتگو سے بچنے کا اہتمام کیا جائے' کیونکہ اس سے ذکر کی برکات نکل

جاتی ہیں' زیادہ بات چیت کی عادت ڈالنے سے اکثر خلاف واقعہ بات نکل جاتی ہے' کسی کی برائی' کسی کی چغل خوری ہوجاتی ہے اور یہ سب سکون کو برباد کرنے والی ہیں۔

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں
گویا:

اگر ہمت کرکے ذرا کم بولنے کی عادت ڈالی جائے اور ذکر کی پابندی کی جائے تو انشاء اللہ تعالیٰ تھوڑی دن پابندی کرنے سے سکون و اطمینان کی وہ دولت حاصل ہوجائے گی کہ جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحبؒ پہلے ڈپٹی کلکٹر تھے' حضرت والا حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے تعلق ہونے کے بعد اس عہدے سے استعفیٰ دے کر الگ ہوگئے' یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے قلب کو زبردستی ذکر کے لئے تیار کرنا پڑتا تھا اور اب بلا تکلف قلب ذکر میں مشغول ہوجاتا ہے' بلکہ مشتاق رہتا ہے' اسی کو فرماتے ہیں:

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب کافی' مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے' مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

پابندی ذکر و فکر سے یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے' جس کو حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

بس اب تو ہم ہوں کوئی جگہ ایسی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے ہوتے یاد ان کی دل نشیں ہوتی

اور اللہ کی اطاعت اور ذکر کی مداومت سے قلب کی یہ حالت ہوجاتی ہے جس کو حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
مرے باغ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

کامیابی تو کام سے ہوگی:

گندے اخلاق کے دل سے نکل جانے' اچھے اخلاق و عادات کے دل میں پیدا ہونے کی مثال ایسی ہے' جیسے کوئی باغ ہو اور اس کے اندر فوارے اور نہریں جاری ہوں' پھر اس باغ کی شادابی اور پُر فضا و دلکش و خوش منظر ہونے کی کیفیت کا کیا ہی کہنا؟ مگر یہ سب کام کرنے سے حاصل ہوں گے۔ بات بنانے سے حاصل نہیں ہوسکتے ہیں' اسی کو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا ہے:

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
فکر اور اہتمام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی

خلاصۂ کلام:

تو خلاصہ بیان کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ احکامات کی پابندی کرنا خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی سب کو بجالانا' احکامِ ظاہر اور احکام باطن کا بیان' بہشتی زیور میں بہت تفصیل کے ساتھ ہے' ان کو غور سے پڑھا جائے' اس پر عمل کرنے کی عادت رکھی جائے۔ صاحب شریعت بزرگ مل جائیں تو ان کی خدمت کو غنیمت سمجھ کر ان سے ظاہر و باطن کی اصلاح و درستگی کرانے کی فکر اور اہتمام کیا جائے' دوسرے کچھ کم بولنے کی عادت ڈالی جائے تو انشاء اللہ سکون حاصل ہوگا۔ اب دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں کو قبول فرمائے اور کہنے سننے والوں کو راہ راست اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

بقیہ حیاء ایمان کا شعبہ

بھی ہوتی ہے اور اس کو شعبہ ایمان قرار نہیں دیا گیا۔

حیاء شرعی: وہ حیاء ہے جو محض ایمان اور شارع علیہ السلام کی اطاعت اور تعمیل ارشاد کی وجہ سے انسان کو لاحق ہوتی ہے۔ مثلاً منکرات اور محرمات و فواحش سے بچنا ہے' اس لئے کہ یہ شرعاً ممنوع اور خدا اور رسول کی ناراضی کا سبب ہیں' اس حیا کو شعبہ ایمان قرار دیا گیا ہے' اسی طرح ایک حیائے طبعی ہوتی ہے' مثلاً عاجزی' انکساری وغیرہ یہ بھی کافر میں ہوسکتی ہے' اس لئے صرف حیائے شرعی کو شعبہ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طریقہ سے ایمان انسان کو افعال قبیحہ سے روکتا ہے' اسی طرح انسان کو حیا بھی اعمال قبیحہ سے باز رکھتی ہے' اس لئے اس کے شدت اہتمام کو ظاہر کرنے کے لئے حدیث میں ''الحیا شعبة من الایمان'' مستقل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

جامع ترمذی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے حیا کرنی چاہئے۔ مخاطبین نے عرض کیا: الحمد للہ! ہم خدا سے حیا کرتے ہیں' آپؐ نے فرمایا: یہ نہیں بلکہ اللہ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر' آنکھ' ناک' کان اور زبان کی نگہداشت کرو اور پیٹ کی اور جو اس کے نیچے ہے ان سب کی نگرانی کرو (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد جو حالت ہوتی ہے اس کو یاد رکھو' جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا اس نے حق ادا کیا۔ ☆☆

غیرتِ الٰہی اور کائنات کا بگاڑ

اللہ بڑا غیور ہے اور غیرت الٰہی کبھی اس بات کو پسند نہیں کرتی کہ اس کی بنائی ہوئی بے مثال کائنات کو کوئی بگاڑ دے اور اس کی سنواری ہوئی کسی چیز کو توڑ پھوڑ کر برباد کرے۔ ایسا کرنے والوں کو پہلے تو تنبیہ کی جاتی ہے' پھر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں تو ان کو اس دنیا سے بگاڑ کے عوض مٹا دیا جاتا ہے تا کہ دنیا میں بگاڑ کے بجائے صرف بناؤ کے کام ہوتے رہیں' غیرت ایک ایسی صفت ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو بھی عطا کی ہے' اسی لئے کسی شخص کی غیرت اس کو گوارا نہیں کرتی ہے کہ کوئی صنعت کار ایک کرسی یا کوئی کمہار ایک گھڑا یا مٹی کا برتن ہی بنائے اور کوئی دوسرا خواہ مخواہ اس کو توڑ دے' بنانے والا بگاڑنے والے کی خیریت دریافت کرے گا' حتیٰ کہ اس کی حد یہ ہے کہ کوئی اپنے گھر کے صحن کو پاک و صاف کرے اور دوسرا اس میں بار بار کوڑا کرکٹ پھینکتا رہے' یہ بھی غیرت مند آدمی کے لئے پسندیدہ بات نہیں ہوگی۔

آج انسانیت کس درجہ گر چکی ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کو تباہ و برباد کرنے پر تلی ہوئی ہے اور انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر یہاں تک کہ بچوں کے معمولی جھگڑوں میں ماں باپ ہی نہیں بلکہ بچے اگر دو مختلف ذاتوں سے تعلق رکھتے ہوں تو دو مذہب والوں کے درمیان جنگ ہو جاتی ہے۔ انسان کا خون اس زمین پر سب سے ارزاں ہے' کیا غیرت انسانی نے کبھی اس بات کو گوارا کیا ہے کہ کوئی خوں خوار شیر آ جائے اور شہر میں بچوں' عورتوں اور مردوں پر حملہ کر کے ان کو زخمی کرنے یا چیرنے لگے تو وہ خاموش تماشائی بن کر دیکھتے رہ جائیں' خواہ زخمی ہونے والے یا مرنے والے کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو' ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہوا ہے' ایسے موقع پر تمام انسان مل کر ان درندہ صفت حیوان کو قابو میں لانے یا ختم کر دینے کی کوشش کریں گے اور انسانیت کو کسی بھی طرح برباد ہونے سے بچالیں گے' تو پھر کیا بات ہے کہ یہیں کا انسان آج درندہ صفت ہوتا جا رہا ہے اور اس کی بعض حرکات پر درندے بھی شرمانے لگے ہوں گے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

"ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا." (سورۃ اعراف: ۵۶)

ترجمہ: "اور زمین میں بگاڑ نہ پیدا کرو اور اس کو خراب نہ کرو اس کی اصلاح کے بعد۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے مختلف زمانوں میں انسانوں کی اصلاح' دنیا میں انسانیت و امن قائم کرنے اور انسانوں کو اپنے خالق و معبود کو پہچانے' اس کی عبادت کرنے اور دنیا میں شریف و مہذب انسانوں کی طرح رہنے کا سبق دینے کے لئے پیغمبر بھیجے اور انہوں نے انسانیت کو صحیح راستہ پر لگایا' پھر ان کے بعد ان کے جانشین' ان کے پیغام کے امین اور انسانیت کے بہی خواہ پیدا ہوتے رہے' جو خدا شناسی اور انسان دوستی کا سبق دیتے رہے' فتنہ و فساد' خانہ جنگی اور تخریبی عمل کی مذمت کرتے رہے اور اس کو روکتے رہے' ہر ملک اور ہر دور میں انسانیت کے معلم و مصلح پیدا ہوتے رہے' ہمارے اس ملک ہندوستان میں خاص طور پر روحانی پیشوا' معلمین اخلاق' خدا شناس اور انسان دوست ہستیاں کثرت سے باہر سے بھی آئیں اور یہاں بھی پیدا ہوئیں جن کے نام تاریخ میں روشن ہیں' اس ملک میں اس اصلاحی' اخلاقی اور روحانی جدوجہد قربانیوں اور کوششوں کے بعد آسانی کے ساتھ فساد پر آمادہ ہو جانا اور ان کی کوششوں پر پانی پھیر دینے کی کوشش کرنا بڑی ناشکری و ناقدری اور بڑے خطرے کی بات ہے۔

اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فساد و افساد کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی غیرت و رحمت دونوں جوش میں آ جاتی ہیں' غیرت مالک کون و مکان کی حیثیت سے اور رحمت خالق انسان کی حیثیت سے' آپ اگر کسی مکان اور اس مکان کے رہنے والے کسی کنبے و خاندان پر دست درازی کریں یا اس مکان کو نقصان پہنچانے اور وہاں کے رہنے والوں کو پریشان کرنے کی کوشش کریں تو اس مکان کے مالک کو پہلے مالک مکان کی حیثیت سے غیرت آئے گی کہ آپ

نے اس کی ملکیت پر دست درازی کی اور اس مکان کو لاوارث سمجھ لیا' اسی کے ساتھ اس مکان کے مکینوں کے بارے میں جن کو اس نے بسایا ہے اس کی رحمت کو جوش آئے گا کہ وہ کمزور و بے دست و پا ہیں' اور ان کے پاس حفاظت کے وسائل نہیں ہیں' پھر ان فرقہ وارانہ فسادات' ظلم و سفاکی اور تخریبی کارروائیوں پر (اب جو اس ملک میں جلد جلد اور بجابجا ہونے لگی ہیں) خدا کو غصہ اور رحم کیوں نہ آئے گا؟ جو مالک کون و مکاں بھی ہے اور خالق بنی نوع انسان بھی۔

میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کا یہ شہر اپنے حسن و جمال' سرسبزی و شادابی اور موسم کی خوشگواری کے لئے مشہور ہے اور گرین سٹی کہلاتا ہے' مجھے معلوم نہیں یہاں کوئی چڑیا گھر ہے یا نہیں (لکھنو میں تو ہے) اگر ہے تو اس سے یا کہیں باہر سے دو خونخوار شیر یا دو ظالم بھیڑیے آ جائیں اور بچوں' بوڑھوں اور جوانوں پر بھی حملے شروع کر دیں تو آپ برداشت کریں گے؟ اور کیا ان کو آزادی کے ساتھ اپنا کام کرنے دیں گے؟ صاف سن لیجئے' یہ دو خونخوار جانور تشدد اور رشوت خوری و بدانتظامی کی شکل میں موجود ہیں اور آپ سب نے ان کو آزاد چھوڑ دیا ہے' یہ کسی طرح ان خونخوار شیروں اور بھیڑیوں سے کم نہیں ہیں' یہ وہاں بھی پہنچ سکتے ہیں اور پہنچ چکے ہیں' جہاں شیر اور بھیڑیے نہیں پہنچ سکتے' کوئی بستی اور کوئی محکمہ ان سے محفوظ نہیں۔ یاد رکھئے! تشدد کسی ایک گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا اگر اس ملک کو اور خود اپنے آپ کو تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو آپ ان دو خطرناک دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں' اس ملک کو برباد کرنے والے یہ دو ہی دشمن ہیں: ایک رشوت خوری' دولت کی حد سے بڑھی ہوئی لالچ' دوسرے تشدد' ان دونوں دشمنوں کی جڑیں ایسی مضبوط ہو چکی ہیں کہ ملک ان کی گرفت میں آ چکا ہے اور کھوکھلا بنتا جا رہا ہے' تحریک پیام انسانیت اسی لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ برادران اسلام اور برادران وطن کو جوڑ کر ایک ہی پلیٹ فارم پر لایا جائے' ان کے درمیان دوستی و محبت کے بیج بوئے جائیں اور آپس کی نفرت اور کدورت کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اس سمت میں ہمیں ہر جگہ کامیابی کے امکانات نظر آ رہے ہیں اور ہر کوئی ہماری آواز اور ہماری گراہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے' یہ مسلمانوں کا دینی فریضہ ہے کہ اس ملک کو اور اس کے رہنے والوں کو بچانے کے لئے برادران وطن سے تعلقات بڑھائیں' آپس میں میل ملاپ کی فضا پیدا کریں اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کریں اور ابنائے وطن کو نیک مشورہ دینے اور ملک کو بچانے کی ذمہ داری قبول کریں' خدا آپ کی مدد کرے گا اور اس ملک کی اور یہاں بسنے والے تمام انسانوں کی حفاظت فرمائے گا۔

یہ بھی یاد رکھئے کہ تشدد کسی ایک فرقہ یا طبقہ کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا' اس کو اپنے عمل کے لئے کوئی دوسرا فرقہ نہیں ملتا تو وہ اپنے فرقہ و طبقہ ہی میں اپنا میدان تلاش کر لیتا ہے اور اپنی غذا مہیا کر لیتا ہے' آگ کو جب کوئی غذا نہیں ملتی تو وہ خود کو کھانے لگتی ہے۔

تشدد کا رجحان جو اس ملک میں فرقہ وارانہ و مذہبی بنیاد پر پیدا ہو گیا ہے یہ کسی حد پر جا کر رکنے والا نہیں' یہ سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور طبقوں' برادریوں' ذاتوں اور پڑوسیوں کو اپنا شکار بنائے گا اور یہ ملک کے لئے تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔

☆☆.........☆☆

بقیہ: بے پردگی

جو اجنبی عورت کو (قصداً) دیکھے اور لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس پر جو اپنے آپ کو (بلاضرورت) کسی نامحرم کو دکھلائے۔"

یقیناً نظروں کے تیر ایک دوسرے کو گھائل کرتے ہیں اور اسی سے فتنے پیدا ہوتے ہیں اور انجام بدکاری پر منتج ہوتا ہے۔ عورت سر سے لے کر پاؤں تک مستورہ ہے' سارا جسم اس کا ستر ہے' جسے ڈھانکنا ضروری ہے' خالق کائنات عورت کی طبیعت اور جبلت کو خوب جانتا ہے' اس نے اپنے علم و حکمت سے عورتوں کے لئے پردہ کا حکم نازل فرمایا ہے' جو قرون اولیٰ کی عورتوں نے قبول کیا' دین اور دنیا کی خوبیاں' بھلائیاں سمیٹ کر لے گئیں۔ بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں کہ خواتین کو گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے' آپ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات کی اجازت ہے کہ اپنی ضرورتوں سے باہر نکل سکتی ہو' لہٰذا ہر خواتین کا فرض بنتا ہے کہ وہ مردوں کی نگاہ کا مرکز نہ بنیں' جس خواتین کی نظر غیر مرد پر پڑی مگر اس نے فوراً نگاہ دوسری طرف پھیر لی تو اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی مٹھاس اور عبادات کا لطف عطا فرماتے ہیں۔

اجنبی مرد و عورت کی ایک دوسرے پر نظر پڑ جائے تو پھر اس کو دوبارہ نہ دیکھیں' کیونکہ دوبارہ دیکھنا گناہ ہے اور ایسی آنکھ میں قیامت کے دن پگھلا سیسہ ڈالا جائے گا' اس لئے پردہ کا احترام کریں' دنیا چند روزہ ہے' آخر اللہ کے سامنے پیش ہو کر اس زندگی کا حساب دینا ہے' اگر آخرت پر ایمان ہے تو پردے کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔ ارشاد ہے: "تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں ہو سکتا' یہاں تک کہ ہو جائے خواہش اس کی تابع اس چیز کے جو میں لایا ہوں' اگر اپنی خواہش کو میری شریعت کے تابع نہ کرو گے تو تم مسلمان نہیں ہو۔

خدا ہم تمام مسلمانوں کو دین کی سمجھ بوجھ عطا کرے۔ آمین۔

☆☆.........☆☆

حیا ایمان کا شعبہ

مولانا محمد طارق شمسی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ستر سے بھی کچھ اوپر شاخیں ہیں' ان میں سب سے اعلیٰ اور افضل تو "لا الہ الا اللہ" کا کہنا (یعنی اس کا دل سے قائل ہونا اور توحید کی شہادت دینا ہے) اور ان میں ادنیٰ درجہ کی چیز یہ ہے کہ راستے سے اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح:

اس حدیث میں ایمان کے شعبوں کے لئے "ستر سے کچھ اوپر" کا عدد کا استعمال کیا گیا ہے' اس کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ اس سے غالباً صرف کثرت مراد ہے' اور اہل عرب صرف مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ستر کا لفظ عام طور پر بولتے ہیں اور ستر پر "جو کچھ اور" کا اضافہ اس حدیث میں کیا گیا ہے یہ غالباً اور زیادہ مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔ (ذکرالعینی فی العمدۃ والقاری فی المرقاۃ)

"شعبۃ" لغت میں غصن الشجر' یعنی درخت کی ٹہنی' کو کہا جاتا ہے' یہاں خصلت محمودہ مراد ہے' مطلب یہ ہے کہ ایمان بہت سے خصائل حمیدہ کے مجموعہ کا نام ہے اور قول "لا الہ الا اللہ" کو سب سے افضل قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ یہ باقی خصائل حمیدہ اور اعمال مرضیہ کے لئے بنیاد' اقرار توحید کے بغیر کوئی خصلت حمیدہ قابل اعتبار نہیں ہوتی اور "لا الہ الا اللہ" کے اقرار سے مراد دل کے یقین کے ساتھ زبان سے کہنا ہے' ایمان کے شعبوں سے مراد وہ تمام پسندیدہ اعمال واخلاق اور ظاہری وباطنی احوال ہیں جو کسی دل میں ایمان کے آجانے کے بعد اس کے نتیجہ اور ثمرہ کے طور پر اس میں پیدا ہوجانے چاہئیں' جیسے کہ سرسبز وشاداب درخت میں سے برگ وبار نکلتے ہیں' اس طرح گویا تمام اعمال خیر' اخلاق حسنہ اور احوال صالحہ ایمان کے شعبے ہیں' البتہ ان کے درجے اور مراتب مختلف ہیں۔

اس حدیث میں ایمان کا سب سے اعلیٰ شعبہ "لا الہ الا اللہ" یعنی توحید کی شہادت کو بتلایا گیا ہے' اور اس کے مقابلے میں ادنیٰ درجہ کی چیز راستے سے تکلیف پہنچانے والی چیز کے ہٹانے کو قرار دیا ہے' اب ان کے درمیان جس قدر بھی امور خیر کا تصور کیا جاسکتا ہے' وہ سب ایمان کے شعبے اور اس کی شاخیں ہیں' خواہ ان کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے ہو' حدیث کے آخر میں حیا کے بارے میں جو خصوصیت سے یہ فرمایا گیا کہ وہ ایمان کا ایک اہم شعبہ ہے' اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی اخلاق میں حیا کا مقام نہایت بلند ہے اور حیا ہی وہ خصلت ہے کہ جو آدمی کو بہت سے معاصی اور برائیوں سے روکتی ہے اور اسی وجہ سے ایمان اور حیا کے درمیان ایک خاص رشتہ ہے' اور یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ حیا صرف اپنے ہم جنسوں ہی سے نہیں کی جاتی ہے' بلکہ سب سے زیادہ جس سے حیا ہونی چاہئے وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے جو ہمارا خالق ومالک اور ہمارے ظاہر وباطن سے پوری طرح باخبر ہے۔

عام لوگ بڑا بے حیا اور بے ادب اس کو سمجھتے ہیں جو اپنے بڑوں کا لحاظ نہ کرے اور ان کے سامنے بے حیائی کے کام کرے اور بُری باتیں کرے' لیکن فی الحقیقت سب سے بڑا بے حیا اور بدبخت انسان وہ ہے جو اپنے خلاق حقیقی سے نہیں شرماتا اور یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت مجھے اور میرے افعال کو بے حجاب دیکھتا ہے اور میری باتوں کو بلاواسطہ سنتا ہے' شب وروز خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور طرح طرح کے فواحش ومنکرات میں مبتلا رہتا ہے۔

پس اگر آدمی میں حیا کا خلق پوری طرح بیدار اور کارفرما ہو تو نہ صرف یہ کہ اس بندہ کے ہم جنسوں کی نظروں میں اس کی زندگی پاکیزہ اور ستھری ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا صدور بھی کم ہوگا۔

کوئی شخص یہ شبہ کرسکتا ہے کہ حیا تو کافر میں بھی ہوتی ہے' حالانکہ حدیث میں یہ بیان فرمایا کہ حیا ایمان کا شعبہ ہے تو کیا کافر میں بھی ایمان کا شعبہ موجود ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حیا کی دو قسمیں ہیں: حیا عرفی اور حیا شرعی۔

حیا عرفی: وہ ہے جو کسی رسم ورواج اور عار کی وجہ سے پائی جائے' یہ حیا تو کافر میں

باقی صفحہ 14 پر

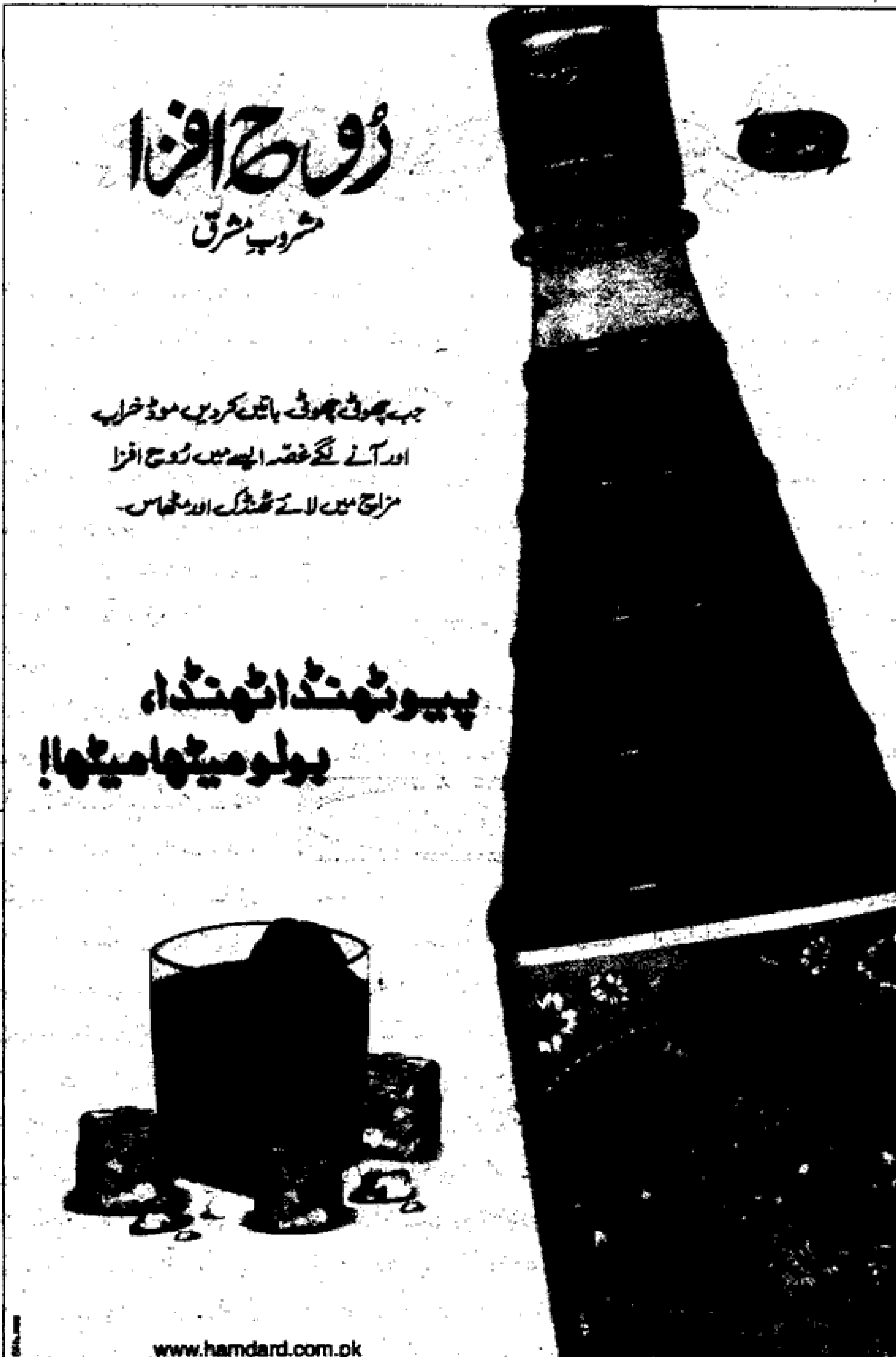
روح افزا
مشروبِ مشرق
جب چھوٹی چھوٹی باتیں کر دیں موڈ خراب
اور آنے لگے غصہ ایسے میں روح افزا
مزاج میں لائے ٹھنڈک اور مٹھاس۔
پیو ٹھنڈا ٹھنڈا،
بولو میٹھا میٹھا!
www.hamdard.com.pk

امتحان کی زندگی

بدیع الزماں

خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تا کہ اس کا امتحان لیں اور اس غرض کے لئے ہم نے اسے سننے اور دیکھنے والا بنایا' ہم نے اسے راستہ دکھایا' خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔'' (سورۂ دھر)

یہ ہے دنیا میں انسان کی اور انسان کے لئے دنیا کی اصل حقیقت' یعنی خدا نے اسے اس لئے پیدا کیا تا کہ وہ اس کا امتحان لے' اس کے لئے دنیا امتحان گاہ ہے' انسان جس چیز کو عمر سمجھتا ہے حقیقت میں وہ امتحان کا وقت ہے جو اسے یہاں دیا گیا ہے' دنیا میں جو قوتیں اور صلاحیتیں بھی اس کو دی گئی ہیں' جن چیزوں پر بھی اس کو تصرف کے مواقع دیئے گئے ہیں' جن حیثیتوں میں بھی وہ یہاں کام کرتا ہے اور جو تعلقات بھی اس کے اور دوسرے انسانوں کے درمیان ہیں وہ سب اصل میں اس کے لئے امتحان ہیں اور امتحان کا یہ سلسلہ مرتے دم تک قائم رہتا ہے اور اسی امتحان کے نتیجہ کے طور پر آخرت میں یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ وہ کامیاب ہوا یا ناکام؟ اس امتحان میں کامیابی یا ناکامی کا سارا انحصار خود اس کے رویہ زندگی پر ہے' اگر اس نے اپنے آپ کو خدائے واحد کا بندہ سمجھ کر اس طریقے پر کام کیا جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو' اور آخرت کی جوابدہی کو پیش نظر رکھا تو وہ امتحان میں کامیاب ہو گیا ورنہ ناکام رہا۔

اس امتحان کے لئے جیسا اوپر کی آیت میں فرمایا گیا' خدا نے انسان کو سمیع و بصیر بنایا یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے علم وعقل کی طاقتیں دیں تا کہ وہ اس آزمائش میں پورا اترنے کے قابل ہو سکے' انسان کے ہر حاسہ کے پیچھے ایک سوچنے والا دماغ موجود ہوتا ہے' جو اس کے ذریعہ سے آنے والی معلومات کو جمع کر کے اور ان کو ترتیب دے کر ان سے نتائج نکالتا ہے' رائے قائم کرتا ہے اور پھر فیصلوں پر پہنچتا ہے جن پر اس کا رویہ زندگی مبنی ہوتا ہے۔

خدا نے انسان کو محض علم وعقل کی قوتیں دے کر ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ساتھ ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کون سا ہے' اور کفر کا راستہ کون سا؟ اور اس کے بعد جو راستہ بھی وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

زمین پر جو کچھ بھی سروسامان ہے' اس خدا نے زمین کی زینت' انسان کے عیش وعشرت کے لئے نہیں بنایا ہے بلکہ یہ سارے سروسامان ووسائل امتحان ہیں' جن کے درمیان انسان کو رکھ کر خدا کو روز آخر یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون اپنی اصل کو فراموش کر کے دنیا کی دل فریبیوں میں گم رہا اور کون اپنے اصل مقام (بندگی رب) کو یاد رکھ کر صحیح رویہ پر قائم رہا' کیونکہ جس روز یہ امتحان ختم ہو جائے گا اس روز یہ بساط عیش پلٹ دی جائے گی اور یہ زمین ایک چٹیل میدان کے سوا کچھ نہ رہے گی۔ فرمایا گیا ہے:

''واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تا کہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے' آخر کار اس سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔'' (سورۂ کہف)

دوسرے موقع پر فرمایا گیا:

''اگر تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا لیکن اس نے یہ اس لئے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے اس میں تمہاری آزمائش کرے' لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو' آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے' پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا' جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔''

(سورۂ مائدہ)

اس طرح اللہ کی بخشی دنیا کی ساری نعمتیں و عطا استدراج و امتحان ہیں تا کہ وہ اسے دیکھ سکے کہ بندہ ان پر شکر کرتا ہے یا ناشکری یا اپنی دولت

پر قارون کی طرح غرور کرتا ہے کہ وہ معاش کا جو علم رکھتا ہے اس کے ذریعہ اس نے یہ ساری دولت کمائی ہے' ایسے ناشکروں کی نفسیات کے متعلق ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

''یہی انسان جب ذرا سی مصیبت
اسے چھو جاتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے اور
جب ہم اسے اپنی طرف سے نعمت دے
کر ابھار دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے
علم کی بنا پر دیا گیا ہے' نہیں! بلکہ یہ
آزمائش ہے' مگر ان میں سے اکثر لوگ
جانتے نہیں ہیں۔'' (سورۂ زمر)

خدا نے انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اور اپنی مخلوقات میں بہت سی چیزیں ان کی امانت میں دیں اور ان پر تصرف کے پورے اختیارات بخشے' ان خلفاء میں مراتب کا بھی فرق خدا نے رکھا ہے' مگر اکثر کسی کو زیادہ چیزوں پر تصرف کا اختیار دیا گیا ہے یا کسی کو زیادہ قوت کارکردگی دی گئی ہے تو یہ صرف اس لئے کہ خدا کو دراصل ایسے لوگوں کا امتحان مطلوب ہے اور اسے یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس نے کس طرح خدا کی امانت میں تصرف کیا؟ کہاں تک امانت کی ذمہ داری کو سمجھا اور اس کا حق ادا کیا؟ اور کس حد تک اپنی قابلیت کا ثبوت دیا؟ اس امتحان کے نتیجہ پر زندگی کے دوسرے مرحلے میں انسان کے درجے کا تعین منحصر ہے۔

اس امتحان کی غرض سے خالق نے ہر ایک کو عمل کا موقع دیا ہے تاکہ وہ دنیا میں کام کر کے اپنی اچھائی یا برائی کا اظہار کر سکے' اور عملاً یہ دکھا دے کہ وہ کیسا انسان ہے؟ جس شخص کا جیسا عمل ہوگا اسی کے مطابق اس کو جزا دی جائے گی' کیونکہ اگر جزا نہ ہو تو سرے سے امتحان لینے کے کوئی معنی نہیں' دنیا میں انسان کا عمل زیادہ بہتر ہے' فرمایا گیا:

''جس نے موت اور زندگی کو
ایجاد کیا تاکہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم
میں سے کون بہتر عمل کرنے والا ہے اور
وہ زبردست بھی ہے اور درگزر فرمانے
والا بھی۔'' (سورۂ ملک)

ایک اور موقع پر فرمایا گیا:

''اور وہی ہے جس نے آسمانوں
اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا' جب کہ
اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تم
کو آزما کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے
والا ہے۔'' (سورۂ ھود)

اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو اس لئے پیدا کیا' کیونکہ اسے انسان کو پیدا کرنا مقصود تھا اور انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ اس پر اخلاقی ذمہ داری کا بار ڈالا جائے اور خلافت کے اختیارات سپرد کر کے یہ دیکھا جائے کہ ان میں سے کون ان اختیارات کو اور ان اخلاقی ذمہ داری کو کس طرح سنبھالتا ہے' اگر اس ساری تخلیق کی تہہ میں یہ مقصد نہ ہوتا' اگر اختیارات کی تفویض کے باوجود کسی امتحان کا' کسی محاسبہ اور باز پرس کا اور کسی جزا اور سزا کا کوئی سوال نہ ہوتا اور اگر انسان کو اخلاقی ذمہ داری کا حامل ہونے کے باوجود یوں ہی بے نتیجہ مر کر مٹی میں مل جانا ہوتا تو پھر یہ سارا کارِ تخلیق بالکل ایک لاحاصل کھیل قرار پاتا اور اس تمام ہنگامہ وجود کی کوئی حیثیت ایک فعل عبث کے سوا باقی نہ رہتی' ان ہی سارے نکات کو اقبال نے ''بانگ درا'' کی نظم ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کے درج ذیل شعر میں سمو دیا ہے:

ہے وہاں بے حاصلی کشتِ اجل کے واسطے
سازگار آب و ہوا تخمِ عمل کے واسطے

خدائے تعالیٰ نے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے اہل ایمان کو یہ ذہن نشین کرایا ہے کہ خدا کے جو وعدے دنیا اور آخرت کی کامرانیوں کے لئے ہیں' کوئی شخص صرف زبانی دعویٰ ایمان کر کے ان کا مستحق نہیں ہو سکتا بلکہ ہر شخص کو آزمائشوں سے گزرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کا ثبوت دے۔ ایک موقع پر فرمایا گیا:

''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ
وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے
کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ
جائے گا؟ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی
آزمائش کر چکے ہیں' جو ان سے پہلے
گزرے ہیں' اللہ تعالیٰ کو تو ضرور یہ دیکھنا
ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون؟''
(سورۂ عنکبوت)

ان ارشادات سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ خدا کے نزدیک آزمائش ہی وہ کسوٹی ہے جس سے کھوٹا اور کھرا پرکھا جاتا ہے' کھوٹا خود بخود اللہ کی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور کھرا چھانٹ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ کے ان انعامات سے سرفراز ہو جو صرف صادق الایمان لوگوں کا ہی حصہ ہیں۔

ایمان و تسلیم دراصل نفس کی ایک ایسی کیفیت ہے جو دین کے ہر حکم اور ہر مطالبے پر امتحان میں پڑ جاتی ہے' دنیا کی زندگی میں ہر ہر قدم پر آدمی کے سامنے وہ مواقع آتے ہیں' جہاں دین یا تو کسی چیز کا حکم دیتا ہے یا کسی چیز سے منع کرتا ہے یا جانی' مالی' وقت' محنت اور خواہشات

نفس کی قربانی کا مطالبہ کرتا ہے' ایسے ہر موقع پر جو شخص اطاعت سے انحراف کرتا ہے' اس کے ایمان وتسلیم میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور جو شخص بھی حکم کے آگے سر جھکا دیتا ہے' اس کے ایمان وتسلیم میں اضافہ ہوتا ہے' ہر ایسے موقع پر صادق الایمان اور جھوٹے دعویٰ کی پرکھ صرف آزمائش کی کسوٹی ہی خدا کے نزدیک قرار دی گئی ہے' اسے خدائے تعالیٰ نے بہت صاف وصریح طور پر قرآن میں بہت سارے مواقع پر ذہن نشین کرایا ہے' نفس مضمون کے پیش نظر چند ایسی آیات کے ترجمے ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں: ''دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے' اگر تم مومن ہو' اس وقت (جنگ بدر کے موقع پر) اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے' یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں' جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں' تم پر یہ وقت اس لئے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) گواہ ہوں' کیونکہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں اور وہ آزمائش کے ذریعہ مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دینا چاہتا تھا' کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یوں ہی جنت میں چلے جاؤ گے' حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔'' (سورۂ آل عمران)

اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر' فاقہ کشی' جان ومال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے' ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے تو کہیں کہ: ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے' انہیں خوشخبری دیدو' ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی' اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔'' (سورۂ بقرہ)

''مسلمانو! تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آکر رہیں گی اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے' اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلہ کا کام ہے۔'' (سورۂ آل عمران)

اس سلسلہ میں بات آتی ہے دعویٰ ایمان کی' تو ظاہری دعویٰ ایمان ایک مومن اور منافق دونوں میں مشترک ہے' مگر مومن اور منافق کے دعویٰ ایمان کا فرق آزمائشوں میں ڈالنے سے کس طرح کھلتا ہے' اس کی ایک مثال قرآن میں اس وقت دی گئی ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کوئی سال ایسا نہ گزرتا تھا جب کہ دعویٰ ایمان آزمائش کی کسوٹی پر کھا نہ جاتا ہو اور اس کی کھوٹ کا راز فاش نہ ہو جاتا ہو' کبھی قرآن میں کوئی ایسا حکم آ جاتا تھا جس سے ان کی خواہشات نفس پر کوئی نئی پابندی عائد ہو جاتی تھی' کبھی دین کا کوئی ایسا مطالبہ سامنے آ جاتا تھا جس سے ان کے مفاد پر ضرب پڑتی تھی' کبھی کوئی اندرونی قضیہ ایسا رونما ہو جاتا تھا' جس میں یہ امتحان مضمر ہوتا تھا کہ ان کو اپنے دنیوی تعلقات اور اپنے خاندانی اور قبائلی دلچسپیوں کی بہ نسبت خدا اور اس کا رسول اور اس کا دین کس قدر عزیز ہے' کبھی کوئی جنگ ایسی پیش آ جاتی تھی' جس میں یہ آزمائش ہوتی تھی کہ یہ جس دین پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہے ہیں' اس کی خاطر جان' مال' وقت اور محنت کا کتنا ایثار کرنے کے لئے تیار ہیں' ایسے تمام مواقع پر صرف یہی نہیں کہ منافقت کی وہ گندگی جو ان کے جھوٹے اقرار کے پیچھے چھپی ہوئی تھی نکل کر منظر عام پر آ جاتی تھی بلکہ ہر مرتبہ جب یہ ایمان کے تقاضوں سے منہ موڑ کر بھاگتے تھے تو ان کی اندر کی گندگی پہلے سے کچھ زیادہ بڑھ جاتی تھی' آزمائش کے ایسے مواقع پر ایک مومن اور ایک منافق کی نفسیات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب کوئی نئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو ان میں سے بعض لوگ (مذاق کے طور پر مسلمانوں سے) پوچھتے ہیں کہ کہو! تم میں سے کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا؟ جو لوگ ایمان لائے ہیں' ان کے ایمان میں تو فی الواقع (ہر نازل ہونے والی سورۃ نے) اضافہ ہی کیا ہے اور وہ اس سے دلشاد ہیں' البتہ جن لوگوں کے دلوں کو (نفاق کا) روگ لگا ہوا تھا' ان کی سابق نجاست پر (ہر نئی سورت نے) ایک اور نجاست کا اضافہ کر دیا اور وہ مرتے دم تک کفر ہی میں مبتلا رہے' کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک دو مرتبہ یہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں؟ مگر اس پر بھی توبہ کرتے ہیں نہ کوئی سبق لیتے ہیں' جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں کہ کہیں تم کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے پھر چپکے سے نکل بھاگتے ہیں' اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے ہیں' کیونکہ یہ ناسمجھ لوگ ہیں۔

المختصر دنیا کی موجودہ زندگی دراصل امتحان کی زندگی ہے اور اس امتحان کے لئے انسان کے پاس بس اتنی ہی مہلت ہے جب تک اس دنیا میں وہ سانس لے رہا ہے' اس وقت کو اگر انسان ضائع

باقی صفحہ 9 پر

بے پردگی معاشرے کے استحصال کا ذریعہ

ملیحہ نشاط وجیہہ الرحمٰن

اکیسویں صدی کے اس دور میں ہر کوئی ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں ہے اور اسی کوشش میں انسان اچھے اور بُرے میں تمیز نہیں کر پا رہا ہے اور اسی لئے پردے کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ مانا جا رہا ہے لیکن حقیقت میں پردہ عورت کے لئے تحفظ ہے شرم و حیا خواتین کا بہترین زیور ہے اور پردے سے ہی خواتین کے کردار کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ کتنی باحیا ہیں' خواتین پردے میں رہ کر بھی تمام امور میں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں جس کی کہ وہ حق دار ہیں۔

اس کے برخلاف اگر ہم بے پردہ نکلیں تو سب کے لئے دعوت نگاہ اور دعوت نظارہ بن جاتی ہیں اور ایسے ہی مواقع پر فتنہ پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ حیا کے ساتھ تمام نیکیاں اور بے حیائی کے ساتھ تمام برائیاں وابستہ ہوتی ہیں' جو پردہ کرتی ہیں ان پر خدا کی رحمت ہوتی ہے' پردے سے ہی خواتین کی عظمت ظاہر ہوتی ہے' پردہ ہمارے دین کی عکاسی کرتا ہے' پردے میں رہ کر ہم ہر میدان میں ترقی حاصل کر سکتے ہیں' بے پردگی تمام برائیوں کو دعوت دیتی ہے۔

تعلیمی میدان ہو یا نوکری کا مسئلہ ہو' پردے کے ساتھ کامیابی حاصل کرنا دشوار نہیں ہے بلکہ بہت آسان ہے' پردہ ہمیں تمام برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے' ہر انسان کو کھلی فضا میں آزادانہ کام کرنے کی چاہ ہوتی ہے اور اس کی یہ چاہ فطری ہے لیکن اسلام میں مرد و عورت کی حدود الگ الگ ہیں' اگر خواتین دائرہ اسلام میں رہ کر دنیا کی کامیابی حاصل کرنا چاہتی ہیں تو پردہ ان پر لازم ہے' جن باتوں پر اسلام سختی کرتا ہے' اس کے پیچھے ہمارے لئے بھلائی پوشیدہ ہوتی ہے' کیونکہ عورت چھپانے کے قابل ہے کیونکہ شیطان عورت کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے' اسی لئے عورت سے فتنے پھیلتے ہیں اور جو عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف دیکھنے کے لئے مردوں کو راغب کرتا ہے۔

بے پردگی کے ساتھ اگر ہم کام کریں تو بذات خود استحصال کا شکار ہو جائیں گے' حسن میں دلکشی جب ہی پیدا ہوتی ہے جب کہ وہ مکمل پردے میں ہو' حسن کی پاکیزگی اور معصومیت کا برقرار رہنا پردے میں مضمر ہے' ہمارے مذہب میں خواتین کی جتنی عظمت ہے وہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے' لیکن افسوس سب مغربی تہذیب کی تقلید میں اپنے مذہب کے حقوق کو پامال کر رہے ہیں۔ خواتین دوسروں کی دیکھا دیکھی اپنا قیمتی مقام گنوا رہی ہیں۔ مغرب کی اندھی تقلید کے زیر اثر خواتین پر حصول معاش کا بوجھ لادا گیا' جس سے خاندان کا نظام بگڑنے لگا ہے اور سارا ماحول خواتین کی بے پردگی سے آلودہ ہو گیا ہے۔ عورت چراغ خانہ بنی رہے تو بہت بہتر ہے' اگر شمع محفل بن جائے تو بہت بدتر ہے۔

پردے سے ہی خواتین کی عظمت و شرافت ظاہر ہوتی ہے' تعلیم ہر عورت کے لئے ضروری ہے کیونکہ علم سے ہی خدا کی ذات کا عرفان ہمیں حاصل ہوتا ہے اور علم ہی بدولت ہم اچھے اور بُرے میں امتیاز کر سکتے ہیں۔

امت مسلمہ کی بیٹیاں پردے کو مصیبت کے بجائے رحمت سمجھتی ہیں' جو پردے کی اہمیت و تحفظ کو نہیں سمجھتی ہیں بلکہ خود کو ماڈل کی طرح بے پردہ کرتی ہیں' وہ ضرور استحصال کا شکار ہو جائیں گی اور ایسی بے حیا لڑکیوں کی معاشرہ میں کوئی عزت و قدر نہیں ہوتی اور ان لڑکیوں کے پاس کف افسوس ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہوگا' کیونکہ حیا اور ایمان ساتھ ساتھ ہوتے ہیں' جب ایک چیز گئی تو سمجھ لیں کہ دوسری بھی گئی۔

پردہ ایک بیش بہا دولت ہے' جو قوموں کی ترقی اور خوشحالی میں ہمیشہ شریک رہا ہے' عالم کی ہر کوئی قدر کرتا ہے اور قدر ہونی بھی چاہئے' کیونکہ علم سے ہی انسان کفر کی گمراہیوں سے نکل کر علم کی روشنی میں آتا ہے اور اپنے علم و ہنر سے اطراف و اکناف کے ماحول کو منور کرتا ہے اور جہالت کے اندھیروں کو دور کرتا ہے۔

مسلمان خواتین میں دینی تعلیم کی بڑی کمی ہے اور بعض جاہلوں اور دقیانوسی لوگوں کے نزدیک صرف نماز روزے رکھنے کے عمل کو مسلمان سمجھتے ہیں' باقی تمام فرائض سے دستبردار ہو جاتے ہیں' جس طرح ستر کو چھپاتے ہیں' اسی طرح عورت بھی ستر ہے' اسے حجاب میں رہنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا:

"لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس شخص پر

(باقی صفحہ 16 پر)

تحفظِ ختمِ نبوّت اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے کشکول و تفہیمات الٰہیہ کی پہلی تفہیم میں ہے: "انبیاء علیہم السلام جن چیزوں کی اہمیت اور خصوصیت سے دعوت دیتے ہیں' وہ بنیادی طور پر تین ہی چیزیں ہیں: ایک مبداً ومعاد وغیرہ سے متعلق عقائد کی تصحیح' اس شعبہ کو علماء عقائد واصول نے سنبھال لیا' اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو مشکور فرمائے اور جزائے خیر دے' دوسرے عبادات و معاملات اور معاشرت وغیرہ' انسانی اعمال کی صحیح صورتوں کی تعلیم اور حلال وحرام کا بیان' اس شعبہ کی کفالت فقہائے امت نے اپنے ذمہ لے لی ہے اور اس میں انہوں نے امت کی پوری رہنمائی اور رہبری کی ہے' تیسرے اخلاص واحسان یعنی ہر عمل خالص لوجہ اللہ اور اس دھیان کے ساتھ کرنا کہ میرا مالک مجھے اور میرے عمل کو دیکھ رہا ہے اور یہ تیسری چیز دین وشریعت کے مقاصد میں سب سے زیادہ دقیق وعمیق ہے اور پورے نظام دینی میں اس کی حیثیت وہ ہے جو جسم میں روح کی اور الفاظ کے مقابلے میں معانی کی اور اس شعبہ کی ذمہ داری صوفیائے کرام رضوان اللہ علیہم نے لے لی ہے' وہ خود راہ یاب ہیں اور دوسروں کی رہنمائی کرتے ہیں' خود سیراب ہیں اور دوسروں کو سیراب کرتے ہیں' وہ بڑے بانصیب اور انتہائی سعادت مند ہیں۔" (تفہیمات الٰہیہ ص ۱۲' ۱۳)

حضرت شاہ صاحبؒ نے بالکل سچ فرمایا کہ تصوف دین وشریعت کی روح اور اس کا جوہر ہے' اور صوفیائے کرام اس دولت کے حامل وامین ہیں' جس طرح جسم بھی روح سے بے نیاز نہیں رہ سکتا' اسی طرح امت اپنے دینی وجود میں بھی تصوف اور صوفیائے ربانی سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

انہی صوفیائے ربانی کی ایک مشہور و معروف خانقاہ رائے پور تھی' جس کی دینی وملی خدمات کا مختصر تذکرہ پیش خدمت ہے' خانقاہ رائے پور اولاً حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ

مولانا محمد نذر عثمانی

کی وجہ سے مشہور ومعروف ہوئی' جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز خلیفہ تھے' بعد ازاں حضرت شاہ عبدالرحیمؒ کی نظر انتخاب حضرت مولانا عبدالقادر پر پڑی' جنہوں نے خانقاہ رائے پور میں نہ صرف ذکر واذکار کی محافل سجائیں بلکہ اس دور میں اٹھنے والے فتنہ یعنی فتنہ قادیانیت کے انسداد سے متعلق بھی اپنی ذمہ داری پوری کی۔

ایک مرتبہ قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی مجلس میں بھیرہ کے قادیانی عناصر کا تذکرہ چلا۔ حکیم نور الدین' حکیم فضل الدین ایڈیٹر "الفضل" قادیان' اور مفتی محمد صادق تینوں بھیرہ کے تھے' جنہوں نے قادیان کی جعلی نبوت کو پھیلانے کے لئے کام کیا' حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ لکھی تو بعض لوگ اسے لے کر یوپی (انڈیا) کے علاقہ میں پہنچے اور ہمارے اکابر سے بھی چاہا کہ اس کتاب کے لکھنے والے کو مجدد مانا جائے' (اس زمانہ میں ابھی مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت نہ کیا تھا)' چنانچہ وہ اس کتاب کو حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ حضرت مولانا مظہر الدینؒ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دوسرے حضرات کے پاس لے گئے' حضرت گنگوہیؒ نے تو یہ جواب دیا کہ میں یہاں ہوں' مجھے حالات معلوم نہیں' سہارنپور اور ادھر پنجاب کے علماء سے لکھوالو' سہارنپور والوں نے کہا کہ کتاب کی تائید اور تنقید تو ایک بات ہے (جس کا علمی لائن سے تعلق ہے)' مگر مجدد ماننا یہ تو دوسری لائن کی بات ہے' اس لئے حضرت میاں شاہ عبدالرحیم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے پیر ومرشد ہیں)' کے پاس جاؤ' حضرت میاں صاحبؒ ظاہری علوم پڑھے ہوئے نہ تھے' انہوں نے فرمایا کہ بھائی علماء سے پوچھو' میں نہ اس کتاب کو پڑھ سکتا ہوں

نہ یہ میرا کام ہے' عرض کیا گیا کہ علماء ہی نے (آپ کے پاس لے جانے کے لئے) فرمایا ہے' تو آپ نے جواباً فرمایا کہ بھائی پوچھتے ہو تو سن لو کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) تھوڑے دنوں بعد ایسے دعوے کرے گا جو نہ رکھے جائیں گے نہ اٹھائے جائیں گے (ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کی جاسکے گی)' یہ سن کر وہ کتاب لانے والے افراد جزبز ہونے لگے اور یہ بدگمانی کرنے لگے کہ دیکھو علماء تو علماء درویشوں کو بھی دوسرے لوگوں کا شہرت پانا گراں گزرتا ہے' حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوریؒ نے فرمایا: مجھ سے پوچھا ہے تو جو کچھ میں آیا بتادیا' اب ہم تو اس وقت زندہ نہ ہوں گے' تم آگے دیکھ لینا۔ اہل اللہ کی بصیرت کا کیا کہنا!

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ مولانا نوازش علیؒ سے سنا ہے جو حضرت میاں عبدالرحیم سہارنپوریؒ کی خدمت میں تیس سال رہے کہ ایک مرتبہ حکیم نورالدین (خلیفہ مرزا قادیانی) حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں آیا' جموں کشمیر کا راجہ پیشاب کے عارضہ میں مبتلا تھا' بہت علاج ہوئے اور خود حکیم نورالدین نے بھی علاج کیا' جب فائدہ نہ ہوا تو راجہ درویشوں اور فقیروں کی طرف متوجہ ہوا اور حکیم نورالدین کو حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں سہارنپور دعا کروانے کے واسطے بھیجا' حکیم نورالدین نے راجہ کی طرف سے حضرت میاں صاحبؒ سے عرض کیا کہ آپ جموں تشریف لے چلیں' راجہ کے لئے شفا کی دعا فرمائیں' حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ راجہ کا اسی بیماری میں انتقال کرنا لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے' مگر تین شرطیں ہیں' اگر راجہ پوری کردے تو میں دعا کروں گا جس سے جب تک اس نے زندہ رہنا ہے' بیماری کی تکلیف نہ رہے گی اور جب موت آئے گی تو اس وقت بیماری عود کر آئے گی' شرائط یہ ہیں کہ راجہ مسلمان ہوجائے' اپنی راجدھانی میں گائے کی قربانی پر لگی پابندی اٹھادے' اذان بلند آواز سے کہنے کی اجازت دیدے۔ حکیم نورالدین نے دوبارہ حاضر ہوکر جواب دیا کہ راجہ نے کہا ہے کہ مجھے مسلمان ہونے میں دل سے انکار نہیں' مگر ایسا کیا تو میری قوم مجھے ہلاک کردے گی اور گائے کی قربانی پر سے پابندی اٹھانے سے بھی میرا یہی حشر ہوگا' البتہ اذان بلند آواز سے کہنے کی میں اجازت دیتا ہوں۔ حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا وہی ہوگا' مگر تینوں شرائط مان لے تو انشاء اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا طریق پر شفا تا حیات ہوگی۔ حکیم نورالدین نے راجہ کی طرف سے حضرت میاں صاحبؒ سے وہاں چل کر دعا کرنے پر اصرار کیا کہ جو ہونا ہے ہوجائے' آپ وہاں جاکر دعا کریں' راجہ کے لئے بیماری میں سفر محال نہ ہوتا تو اس کو آپ کی زیارت کا بھی شوق ہے' اصرار بے حد ہوا تو حضرت میاں صاحبؒ نے فرمایا: نہ بھائی' جاتے تو نہیں' اپنے آدمیوں کو دعا کے لئے آپ کے اصرار پر بھیجے دیتا ہوں۔ تیسری بار حکیم نورالدین پھر حضرت میاں صاحبؒ کی خدمت میں آیا' جب جانے لگا تو حضرت میاں صاحبؒ نے حکیم نورالدین کو بلوایا اور فرمایا کہ دیکھو دو تین مرتبہ آئے ہو' اب میرا حق ہے کہ میں ایک نصیحت کی بات کہوں' پنجاب میں کوئی جگہ قادیان ہے؟ عرض کیا: ہے' فرمایا: وہاں کا ایک شخص خلاف دین بڑے بڑے دعاوی کرتا چلا جائے گا' عرض کیا کہ وہ ایسا ہی کررہا ہے' فرمایا کہ لوح محفوظ پر میں آپ (حکیم نورالدین) کو اس شخص کا مددگار لکھا ہوا دیکھتا ہوں' ہوگا وہی جو خدا کو منظور ہوگا' مگر میری نصیحت یہ ہے کہ اس سے بچنا۔ حکیم نورالدین نے عرض کیا کہ حضرت! ابھی تک تو بچا ہوا ہوں' آپ دعا فرمادیں۔ (مجالس حضرت رائے پوریؒ صفحہ ۲۰۷' ۲۰۸)

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ فتنہ قادیانیت کی سازشوں کو بے نقاب کرنے والی جماعت کے سرکردہ علماء امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ' حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ' حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہم اللہ تعالیٰ و دیگر کی سرپرستی فرماتے اور جب یہ حضرات خانقاہ رائے پور حاضر ہوتے تو ان سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانی فتنہ کے سدباب کے سلسلہ میں جماعتی کارگزاری ضرور سنتے۔ ایک واقعہ جو حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں عرض وہ حضرت کے ملفوظات میں اس طرح تحریر ہے' لکھتے ہیں کہ کچھ آدمیوں کی دعوت پر ایک گاؤں میں جو ضلع جالندھر کا تھا' میں تبلیغ اسلام اور تردید مرزائیت کے لئے گیا' وہاں اسٹیشن پر اترا تو کئی آدمی مجھے لینے آگئے مگر میرے وہ دوست جنہوں نے مجھے دعوت دی تھی' وہ اپنے دوسرے گاؤں سے بروقت نہ پہنچ سکے' مجھے اس گاؤں میں ایک ایسے گھر میں ٹھہرایا گیا جس پر مالک مکان کا نام احمدی لکھا ہوا تھا' مجھے مغرب کے بعد شبہ ہوگیا کہ یہ مرزائیوں کی طرف سے یہاں ٹھہرانے میں میرے ساتھ کوئی پرخطر

شرارت نہ ہو' اس لئے عشاء کے لئے مسجد کو جانے کو تھا کہ مسجد کے نمازیوں سے حالات دریافت کروں گا' اتنے میں میرے مدعو کرنے والے دوست آ گئے اور دیر لگنے کی معذرت کی' عشاء کے بعد جب تقریر کا موقع آیا تو میزبانوں اور دوسرے مقامی مرزائیوں اور دیگر لوگوں اور مدعو کرنے والے دوستوں میں صلاح و مشوروں کی طوالت رہی اور مرزائیوں کے ساتھ بعض دوسرے لوگ جو مسلمان ہی تھے' تردید مرزائیت پر تقریر روکنے میں شریک تھے۔ صبح کی نماز کے بعد میں ذرا سو گیا کہ پھر جمعہ کی وجہ سے دوپہر کو سونا نہ مل سکے گا' میں لیٹے لیٹے ان کی اس سلسلے میں باہمی لڑائی سنتا رہا' دو آدمی اور بھی مرزائیت کے سلسلے میں جھگڑنے کے لئے آئے' وہ اس خیال سے چلے گئے کہ مولوی صاحب سو رہے ہیں' ورنہ کوئی مسائل دریافت کرتے' ان کے جانے کے بعد میں سو گیا' خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بہت خوبصورت بزرگ آسمان سے سیدھے زمین پر نازل ہوئے' میں نے دریافت کیا کہ آپ کون بزرگ ہیں؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ: عیسیٰ ابن مریم ہوں' میں نے عرض کیا کہ آپ کے نازل ہونے کا وقت تو ابھی دور ہے' آپ پہلے ہی کیوں تشریف لے آئے ہیں؟ انہوں نے غصے کے لہجے میں فرمایا کہ جب تم لوگ میری حیات ثابت نہ کرو تو میں خود نہ آؤں تو کیا کروں؟ میں نے عرض کیا: حضرت! ناراض نہ ہوں' حضرت کی حیات ثابت کرنا تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے' ضرور ثابت کروں گا' چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا اور مجھے مدعو کرنے والوں پر جو یہاں کے مرزائیوں کے رشتہ دار بھی تھے' واضح کر دیا کہ اگر یہاں کے مسلمان مجھے مرزائیت کی تردید کی اجازت نہ دیں گے تو میں بازار میں ہندوؤں سے جلسہ کی جگہ لے کر تقریر کروں گا' چنانچہ جمعہ کے بعد جامع مسجد میں ہی مرزائیت کی تردید کی۔ (ملفوظات حضرت رائے پوریؒ ص ۲۱۸'۲۱۹)

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے متعلق حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ موقع دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت! قادیانی انوار کا دعویٰ کرتے ہیں' ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتی ہیں اور اگر یہ خشیت کا غلبہ ہوتا ہے تو اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش میں فرمایا: مولوی صاحب! سنو: "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ و یتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولیٰ" حضرت اس کی کچھ تشریح فرمانا چاہتے تھے' میں نے عرض کیا کہ حضرت بس میں سمجھ گیا' اس کے بعد پھر اس مسئلہ میں کبھی کوئی کھٹک نہیں ہوئی۔ (سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ ص ۶۳)

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت کا آغاز اور اس کے سب دور دیکھے تھے' خود مرزا قادیانی' حکیم نورالدین اور اس تحریک کے دیگر ذمہ داروں سے بخوبی واقف تھے' آپ اس قادیانی تحریک کے حقیقی مقاصد اور اس کے اندرونی حالات سے بخوبی آگاہ تھے اور اس کو اسلام کی بیخ کنی اور تخریب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت اور احراری رہنماؤں اور علماء میں درحقیقت آپ ہی کا جذبہ اور آپ ہی کی روح کام کر رہی تھی' آپ اس سلسلہ کی ہر کوشش کو وقت کا اہم فریضہ اور دین کی اہم خدمت سمجھتے تھے اور ہر طرح اس کی ہمت افزائی اور سرپرستی فرماتے اور دل و جان سے اس کی خدمت و تقویت کو ضروری سمجھتے تھے' ان کی کوششوں کے تذکرہ سے آپؒ کے اندر شگفتگی اور تازگی پیدا ہو جاتی تھی اور وہ آپ کی روح کی غذا بن گئی تھی۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ فرماتے ہیں:

"مرزائیت کی نسبت جس قدر متفکر رہتے آپ کو معلوم ہی ہے' جب میں حاضر ہوتا فرماتے مرزائیوں کا کیا حال ہے؟ اگر کوئی خوشی کی بات بتائی جاتی' اکثر فرماتے: الحمدللہ! اگر خوشی والی بات ہوتی تو ایسا جھٹکے کہ تمام بدن متحرک ہو جاتا' ایک مرتبہ حاضر ہوا تو ایک نوٹ نکال کر عطا فرمایا کہ ختم نبوت کے کام کیلئے امداد میری طرف سے' پھر مجلس میں حاضرین کو توجہ دلائی' سب نے امداد کی' حضرت مولانا فضل احمد صاحب نے دس روپے کا نوٹ نکال کر دیا' فرمایا: پانچ روپے رکھ لو' میں پانچ کا نوٹ واپس کرنے لگا تو حضرت نے فرمایا: واپس کیوں لیتے ہو' یہ بھی دے دو' انہوں نے وہ بھی دے دیا۔ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے جو قلبی تعلق تھا وہ کسی سے مخفی نہ تھا' بخاری صاحب کے متعلق بڑے بلند کلمات فرماتے اور ان سے اور ان کی وجہ سے ان کے خاندان سے بڑی محبت و شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ تم بخاری صاحب کو یوں ہی نہ سمجھو کہ صرف لیڈر رہی نہیں' انہوں نے ابتداء میں بہت ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ یقین تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا نصیب فرمایا ہے کہ بایدو شاید۔ یہاں حالات و کیفیات کیا چیز ہے؟ اصل تو یقین ہی ہے' اللہ

تعالیٰ جس کو عطا فرمائے...... یہ محبت اور خصوصیت ان کے اخلاص اور خود فراموشی کی ایک جھلک ہے۔(سوانح حضرت رائے پوریؒ)

قادیانیت کی تردید اور اس کا مقابلہ کرنے والوں میں سے جو لوگ نمایاں حصہ لیتے اور جنہوں نے رات دن ایک کر رکھا تھا' ان سے حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کو نہایت محبت تھی اور ان کی قدر فرماتے تھے اور ان سے اپنی محبت کا اظہار فرماتے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے بعد مولانا محمد علی جالندھریؒ اس میں پیش پیش تھے۔ حضرت رائے پوریؒ ان حضرات سے بڑی محبت وشفقت فرماتے تھے اور ان کا بڑا اکرام کرتے تھے۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ صبح آٹھ بجے کے قریب لائل پور (فیصل آباد) حاضر ہوا' زمین پر دھوپ میں تشریف فرما تھے' آگے ہو کر فرش پر بیٹھنے کا حکم دیا' میں تھوڑا آگے ہوا تو بالکل برابر بٹھا کر کمر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: میرا چاند آیا۔'' میری موجودگی میں جب حضرت کی خدمت میں دودھ پیش کیا جاتا تو فرماتے: مولوی صاحب اکو پلاؤ میں پی کر کیا کروں گا؟ یہ تو کام کرتے ہیں' خدام اصرار کر کے پلاتے اور کہتے کہ دودھ مولوی صاحب کو بھی پلا دیں گے پھر بھی پورا نہ پیتے بلکہ چھوڑ کر فرماتے کہ مولوی صاحب کو پلا دو' اس طرح بار ہا حضرت کا تبرک ملا۔

حضرت مولانا محمد صاحب انوری تحریر فرماتے ہیں: آخر عمر میں حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو رد مرزائیت کی طرف بڑی توجہ ہو گئی تھی' مولانا محمد حیات صاحب (فاتح قادیان) کو جنہیں (قادیانیوں اور لاہوریوں کی کتابیں از بر تھیں) بلا کر مباحث سنتے تھے اور مولانا لال حسین اختر کو بلا بھیجتے تھے' حضرت رائے پوریؒ کے سوانح نگار مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں: ''پاکستان کے دوران قیام میں دو نئی باتوں کا اضافہ ہو جاتا' ایک تو یہ کہ پاکستان پہنچ کر تحریک قادیانیت کے خطرات اور اس کے دور رس اثرات کا احساس (جو کبھی فراموش ونظر انداز نہیں ہوتا تھا' تازہ ہو جاتا اور طبع مبارک پوری قوت وہمت کے ساتھ اس کے مقابلہ' تردید اور ملک کی اس سے حفاظت کی ضرورت کی طرف متوجہ ہو جاتی اور یہ مسئلہ مجالس اور گفتگو کا سب سے بڑا موضوع بن جاتا' علماء و زعماء احرار میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے اس فتنہ کے مقابلہ کی خصوصی توفیق عطا فرمائی ہے اور حضرتؒ نے ان کو اس جہاد اکبر پر خود مامور فرمایا ہے) آجائیں تو ہر گفتگو ختم ہو کر بے اختیار یہی موضوع چھڑ جاتا' خصوصاً مولانا محمد علی جالندھریؒ مولانا لال حسین اختر' اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی تشریف آوری تو گویا دل کا ساز چھیڑ دیتی اور اس موضوع کے سوا کوئی دوسرا موضوع سخن نہ رہتا' ان حضرات کی کارگزاری سے ان کی ہمت افزائی اور تحسین فرماتے اور نئی تحقیقات و معلومات دریافت فرماتے۔ مولانا محمد حیات صاحب تشریف لاتے تو گویا رد قادیانیت کی کتاب کھل جاتی' ہمہ تن گوش اور سراپا ذوق ہو کر ان کی نادر تحقیقات اور زندگی کے تجربات سنتے اور کسی طرح ان کی گفتگو سے سیری نہ ہوتی' حضرت کو اسی محفل میں کھل کھلا کر ہنستے اور لطف و مسرت کا اظہار کرتے دیکھا گیا' امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ وقتاً فوقتاً مجلس کو اپنے لطائف اور قادیانیت پر تبصرہ سے زعفران زار اور باغ و بہار بنا دیتے۔ (سوانح حضرت رائے پوریؒ)

۱۹۵۳ء میں ختم نبوت کی تحریک شروع ہوئی' حضرت رائے پوری ہمہ تن اس کی طرف متوجہ رہے اور اس کی فکر اور اس کا اثر پورے طور پر آپ کی طبیعت' قویٰ فکریہ اور اعضاء جوارح پر مستولی ہو گیا' محمد افضل صاحب سلطان فاؤنڈری والے کہتے ہیں کہ تحریک کے زمانہ میں آپ ایک مرتبہ اپنے وطن ڈھڈیاں تشریف لائے ہوئے تھے' پنجاب کے ایک مشہور عالم کہیں قرب وجوار میں تشریف لائے تھے' حضرت کی موجودگی کی اطلاع پا کر زیارت کے لئے ڈھڈیاں آئے' آپ کی نگاہ جب ان پر پڑی تو آپ بڑے ذوق وشوق کے ساتھ ان کے استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے' اس وقت لاہور تحریک کا مرکز تھا اور یہاں گاؤں ہونے کی وجہ سے دیر میں خبریں پہنچتی تھیں' آپ کو خیال تھا کہ (یہ عالم دین) دورہ کرتے ہوئے آرہے ہیں' ان کو تازہ حالات کا علم ہو گا' آپ نے بڑے اشتیاق کے ساتھ ان سے تحریک کی رفتار اور لاہور کے حالات سے متعلق دریافت فرمایا' انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا جس سے بے توجہی اور عدم دلچسپی کا اظہار ہوتا تھا' حضرت بہت مایوس اور پژمردہ ہوئے کہ یہ شہر سے آرہے ہیں' کچھ تازہ حال سنائیں گے مگر یہ تو بالکل ناواقف اور بے تعلق نکلے۔ (سوانح حضرت رائے پوریؒ)

اس واقعہ سے حضرت رائے پوری کی عقیدہ ختم نبوت' تحفظ ختم نبوت اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے علماء کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

☆☆......☆☆

وہ کافر ہے بشر، منکر ہے جو ختم نبوت کا

عبرتؔ صدیقی

وہ کافر ہے بشر، منکر ہے جو ختم نبوت کا
سنہرا باب ہے یہ "فیصلہ" تاریخ ملت کا

محمد مصطفیٰؐ، فخرِ رسلؑ، ختمِ رسالت ہیں
شفیعِ روزِ محشر، مالکِ اقلیم عظمت ہیں

بہارِ گلشن ہستی، ضیائے بزمِ فطرت ہیں
شہ کونین محبوب الٰہی، جانِ رحمت ہیں

وہ نورِ اولین و آخرین، فخرِ دو عالم ہیں
امام دینِ فطرت نازشِ اولادِ آدم ہیں

انہیں کی ذاتِ اقدس ہے ہر اک آغاز کا حاصل
منور ہے انہیں کے نور سے کونین کی محفل

شہنشاہوں میں یکتا ہیں یہی اک تاج والے ہیں
نبوت ختم ہے ان پر یہی معراج والے ہیں

کوئی بھی دور آئے کم نہ ہوگا منصب عالی
وہ محبوب خدا ہیں، ہے یہ ان کا منصب عالی

سلام اعزازِ انسانی کے باعظمت پیامی پر
درود اللہ کے محبوب کی ذات گرامی پر

خدائے واحد و قدوس کا اسلام کا شیدا
مسلماں صدق دل سے ہے نبی کے نام کا شیدا

مسلماں کا عمل تاریخ کی واضح حقیقت ہے
لقب قرآں میں مذکور جس کا خیرامت ہے

کوئی طاقت دباسکتی نہیں جوشِ عقیدت کو
ہوائے کفر چھوسکتی نہیں شمع صداقت کو

الہ العالمین گونجے وہی پیغام دنیا میں
نظر آئے فقط اسلام ہی اسلام دنیا میں

مسلماں پھر فضائے عالم امکاں پہ چھا جائے
جہاں میں ہر طرف پھر پرچم اسلام لہرائے

کبھی خطرات باطل سے مسلماں ڈر نہیں سکتا
وہ توہین نبیؐ ہرگز گوارا کر نہیں سکتا

نشاطِ دل متاعِ روح پرور اور کیا ہوگی
پئے مومن مسرت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی

مئے حب حبیب کبریا کا جام ہے عبرتؔ
مبارک فیصلہ یہ فتح کا پیغام ہے عبرتؔ

دہشت گرد کون؟ غدار کون؟

دہشت گردی کی وارداتوں میں قادیانی لابی کے ملوث ہونے کا منہ بولتا ثبوت

رسول پورتارڑ سے ''را'' کا ایجنٹ دوساتھیوں سمیت گرفتار

پنڈی بھٹیاں (نامہ نگار) رسول پورتارڑ سے بھارتی ایجنسی ''را'' کے مبینہ ایجنٹ کو اس کے دوساتھیوں سمیت گرفتار کرلیا گیا ملزمان کے قبضہ سے دو ہینڈ گرنیڈ دو کلاشنکوفیں برآمد کی گئیں۔ بتایا گیا ہے کہ پکڑا جانا والا ایجنٹ مبشر احمد قادیانی ہے جبکہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد فرار ہوگئے۔ اے ایس پی پنڈی بھٹیاں عمران محمود نے پریس کانفرنس میں بتایا کہ پولیس نے ایک خفیہ اطلاع پر رسول پورتارڑ میں چھاپہ مارا اور قادیانی مبشر احمد کو اس کے دوساتھیوں ذوالفقار' ذکاء اللہ سمیت گرفتار کرکے ان کے قبضہ سے دو کلاشنکوف برآمد کرلیں' جس سے وہ دہشت گردی کی وارداتیں کرنا چاہتے تھے انہوں نے بتایا مبشر احمد کا خاندان جو کہ کھیتی باڑی کرتا ہے اس کی بہن کی شادی بھارت میں قادیانی حبیب احمد سے ہوئی تھی قادیانی حبیب احمد جو کہ ''را'' کا ایجنٹ ہے اور بھارت میں مقیم ہے اس سے مبشر احمد نے رابطہ قائم کرر کھا تھا اور ہینڈ گرنیڈ بم اس نے آٹھ سالوں سے بوری میں پیک کرکے گھر میں چھپا رکھے تھے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے کلاشنکوفوں کو اپنے دوستوں ذوالفقار' ذکاء اللہ کے پاس رکھا ہوا تھا وہ اپنے بہنوئی حبیب احمد کو بھارت میں معلومات فراہم کرتا تھا انہوں نے بتایا کہ مبشر احمد کا والد بشارت احمد اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ فرار ہوگیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مبشر احمد نے دوران تفتیش بھی ''را'' کا ایجنٹ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ (بتاریخ ۵/ستمبر ۲۰۰۴ء روزنامہ جنگ لاہور)

پنڈی بھٹیاں میں ''را'' کا قادیانی ایجنٹ اور دوساتھی گرفتار' اسلحہ برآمد

گرفتار ہونے والوں میں مبشر احمد' ذوالفقار اور ذکاء اللہ شامل ہیں' مبشر کا بھارتی بہنوئی بھی قادیانی ہے

پنڈی بھٹیاں (نمائندہ خبریں) رسول پورتارڑ سے بھارتی ایجنسی را کا قادیانی ایجنٹ دوساتھیوں سمیت گرفتار کرلیا گیا۔ ان کے قبضہ سے دو ہینڈ گرنیڈ اور دو کلاشنکوفیں برآمد ہوئیں۔ ایس پی پنڈی بھٹیاں عمران محمود نے گزشتہ روز پریس کانفرنس میں بتایا کہ ایک خفیہ اطلاع پر انہوں نے پولیس کی نفری کے ساتھ رسول پورتارڑ میں چھاپہ مار کر قادیانی مبشر احمد کو اس کے دوساتھیوں ذوالفقار اور ذکاء اللہ سمیت گرفتار کرلیا۔ انہوں نے بتایا کہ قادیانی مبشر احمد کی بہن گوگی کی شادی گزشتہ دنوں بھارت میں قادیانی حبیب احمد سے ہوئی تھی جو را کا ایجنٹ ہے۔ اس نے مبشر احمد سے رابطہ قائم کرر کھا تھا۔ گرنیڈ بم اس نے آٹھ سال سے بوری میں چھپا رکھے تھے اور گرفتاری سے بچنے کے لئے کلاشنکوفوں کو اپنے دوستوں ذوالفقار' ذکاء اللہ کے پاس رکھا ہوا تھا۔ مبشر احمد اپنے بہنوئی حبیب احمد کو معلومات فراہم کرتا تھا۔ انہوں نے بتایا مبشر کا والد بشارت اور خاندان کے دیگر افراد فرار ہوگئے ہیں۔ مبشر احمد نے دوران تفتیش را کا ایجنٹ ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اے ایس پی نے بتایا پندرہ روز تک ہم دہشت گردوں کے نیٹ ورک کا پتہ چلالیں گے۔ (بتاریخ ۵/ستمبر ۲۰۰۴ء روزنامہ ''خبریں'' لاہور)